﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 17 | جمعۃ المبارک 05؍فروری 2010ء | 20؍صفر 1431 ہجری قمری ❁ 05؍تبلیغ 1389 ہجری شمسی | شمارہ 06

مسابقت کی خاطر

آنحضرت ﷺ نے نماز کے لئے بلانے کا ثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر تم جان لو تو آپس میں قرعہ اندازی کرنے لگو۔ چنانچہ صحابہ ؓ کو اس بارہ میں اتنا شوق ہوا کہ جھگڑا ہونے لگا تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب الاستہام فی الاذان حدیث نمبر 580)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

یہ بڑی خامی اور بے قدری ہوتی ہے اور سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے جب ایک شخص سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور وہ توجہ کے ساتھ ان مسائل پر جو ہم پیش کرتے ہیں نظر نہیں کرتا اور پھر اگر اس سے کوئی سوال کرے تو اُسے چپ ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں اور فکر کریں۔

”یہ بھی غنیمت ہے کہ انسان اس جگہ کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہاں آنے یا رہنے سے دنیاوی کاروبار میں حرج ہوگا وہ بیمار ہے۔ اسے اس بیماری کا علاج کرنا چاہئے۔ دنیا کے کام تو کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں جب تک خود انسان اللہ تعالیٰ سے توفیق پا کر ان کا خاتمہ نہ کردے۔ ابھی ہماری جماعت کو سمجھنے کے لئے بہت سی باتیں ہیں۔ رفتہ رفتہ تحریک ہوتی ہے کسی مجمع میں کوئی تحریک ہوگئی اور کسی میں کوئی اس لئے جب تک یہاں انسان ایک عرصہ تک نہ رہے یا کثرت کے ساتھ نہ آتا رہے کم فائدہ ہوتا ہے۔ اور یہ بڑی خامی اور بے قدری ہوتی ہے اور سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے جب ایک شخص سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور وہ توجہ کے ساتھ ان مسائل پر جو ہم پیش کرتے ہیں نظر نہیں کرتا اور پھر اگر اس سے کوئی سوال کرے تو اُسے چپ ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں اور فکر کریں اور یہاں رہیں اور ان ایام کی قدر کریں۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اور وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا یہ دن وہ نہیں ہیں جن کے لئے بہت سے سعید لوگ حسرت کرتے چلے گئے ہیں اور یہ امور کتابوں میں درج ہیں کہ کس طرح پر ہزاروں روحیں اس آرزو میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں کہ وہ مسیح موعود کے زمانہ کو پالیتیں مگر اس زمانہ کے لوگ جس طرح پر ان ایام کی قدر نہیں کرتے اور مخالفت سے پیش آتے ہیں کیا تعجب اگر وہ یہ زمانہ پاتے تو وہ سیر ہو جاتے۔ اسی طرح پر آجکل لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوتے تو ہم اس طرح خدمت کرتے اور یہ اخلاص دکھاتے اور یہ کرتے اور وہ کرتے۔ لیکن سچ یہی ہے کہ اگر یہ لوگ اس وقت ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو آجکل ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ زمانہ کی معاصرت بھی ایک روک ہے اس سے لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک رنگ کا ابتلا ہے۔

ذوالنون مصری ایک باکمال شخص تھا اس کی شہرت باہر دور دور پہنچی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کے کمال کو سن کر اس کے ملنے کے واسطے گیا اور گھر پر جا کر اسے پکارا تو اس کو جواب ملا کہ خدا جانے کہاں ہے۔ کہیں بازار میں ہوگا۔ وہ جب بازار میں ان کی تلاش کرتا ہوا پہنچا تو وہ بازار میں معمولی طور پر سادگی سے کچھ سودا خرید رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ذوالنون ہے اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ پست قامت آدمی ہے۔ معمولی سا لباس ہے۔ چہرہ پر کچھ وجاہت نہیں۔ معمولی آدمیوں کی طرح بازار میں کھڑا ہے۔ اس سے اس کا سارا اعتقاد جاتا رہا اور کہا کہ یہ تو ہماری طرح ایک معمولی آدمی ہے۔

ذوالنون نے اس کو کہا کہ تُو کس لئے میرے پاس آیا ہے جبکہ تیرا ظاہر پر خیال ہے۔ ذوالنون نے اس کے مافی الضمیر کو دیکھ لیا۔ اس لئے کہا کہ تیری نظر ظاہر پر ہے۔ تجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

ایمان تب سلامت رہتا ہے کہ باطن پر نظر رکھی جاوے۔ کہتے ہیں لقمان بھی سیاہ منظر تھے۔ یہی وجہ ہے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں اور برگزیدوں کے پاس ارادت سے جانا سہل ہے لیکن ارادت سے واپس آنا مشکل ہے۔ کیونکہ ان میں بشریت ہوتی ہے اور ان کے پاس جانے والے لوگوں میں سے اکثر ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دل میں اس کی ایک فرضی اور خیالی تصویر بنا لیتے ہیں۔ لیکن جب اس کے پاس جاتے ہیں تو وہ اس کے برخلاف پاتے ہیں جس سے بعض اوقات وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور ان کے اخلاص اور ارادت میں فرق آجاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (حم السجدۃ:7) یعنی کہہ دو بیشک مَیں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ یہ اس لئے کہ وہ لوگ اعتراض کرتے تھے۔ وَقَالُوۡا مَا لِہٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ (الفرقان:8) اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ ان کو آخر یہی جواب دیا گیا کہ یہ بھی ایک بشر ہے اور بشری حوائج اس کے ساتھ ہیں۔ اس سے پہلے جس قدر نبی اور رسول آئے وہ بھی بشر ہی تھے۔ یہ بات انہوں نے بنظر استخفاف کہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ خود ہی بازاروں میں عموماً سودا سلف خریدا کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا جو نقشہ تھا وہ تو نری بشریت تھی جس میں کھانا پینا، سونا، چلنا، پھرنا وغیرہ تمام امور اور لوازم بشریت کے موجود تھے۔ اس واسطے ان لوگوں نے ردّ کر دیا۔ یہ مشکل اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اپنے دل سے ہی ایک خیالی تصویر بنا لیتے ہیں کہ نبی ایسا ہونا چاہئے اور چونکہ اس تصویر کے موافق وہ اسے نہیں پاتے اس لحاظ سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ یہ مرض یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ بعض شیعوں کا بعض آئمہ کی نسبت خیال ہے کہ وہ منہ کے راستہ پیدا ہوئے تھے۔ لیکن یہ باتیں ایسی ہیں کہ ایک عقلمند ان کو کبھی قبول نہیں کر سکتا بلکہ ہنسی کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو شخص گزر جاوے اس کی نسبت جو چاہو تجویز کرلو کہ وہ آسمان سے اترا تھا یا منہ کے راستہ پیدا ہوا تھا۔ لیکن جو موجود ہیں ان میں بشری کمزوریاں موجود ہیں۔ وہ روتا بھی ہے کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے۔ غرض ہر قسم کی بشری ضرورتوں اور کمزوریوں کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کو دیکھ کر ان لوگوں کو جو انبیاء ورسل کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ کو ان کے اس قسم کے اعتراضوں کا ردّ کرنا پڑا اور قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ (حم السجدۃ:7) کہنا پڑا۔ یعنی مجھ میں بشریت کے سوا جو امر تمہارے اور میرے درمیان فارق اور مابہ الامتیاز ہے وہ یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں یہ اعتراض بھی منقول ہوا کہ یہ تو بیویاں کرتا ہے۔ اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جو بیوی نہ رکھتا ہو۔ غرض ایسی باتوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے“۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 413 تا 415۔ جدید ایڈیشن)

مختلف مسائل سے متعلق چند دلائل

(حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد (مرحوم) کے تبلیغی واقعات کے حوالہ سے)

نبوت اور صدیقیت

اگرچہ سورہ نساء میں اطاعت رسول عربی کی برکت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کے درجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ایک عالم دین نے بوقت ملاقات یہ عجیب بات کی کہ ان چار درجات میں سے نبی کا ذکر میرے لئے نا قابل برداشت ہے۔آپ صرف باقی درجوں کی نسبت کچھ روشنی ڈالئے۔

مَیں نے دریافت کیا کہ ''صدیق'' آسکتے ہیں؟ جواب دیا: ہاں۔اب میرا سوال یہ تھا کہ صدیق کی اصطلاحی تعریف بتلایئے۔ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا جو خدا کے نبی کا پاک چہرہ دیکھتے ہی اول نمبر پر ایمان لے آئے صدیق کہلاتا ہے۔مَیں نے ان کی معلومات کو سراہتے ہوئے کہا کہ آپ نے صدیق کی بالکل ٹھیک تعریف کی ہے اور حضرت حکیم الاُمّت شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ البالغۃ میں، حضرت علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں، حضرت خواجہ میر درد دہلوی نے ملفوظات میں، حضرت علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں اور چشتی بزرگ حضرت نظام الدین بدایونی نے ہشت بہشت میں بالکل یہی تعریف ''صدیق'' کی بیان فرمائی ہے۔

اب مَیں آپ سے بصد ادب پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر فیضان کوثر نبوی کی بدولت باب نبوت بند ہے تو کسی اُمّتی کو مرتبہ صدیقیت کیسے مل سکے گا؟ یہ بزرگ عالم آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ خدا شاہد ہے کہ اس طرف نہ کسی نے توجہ دلائی نہ خود مجھے ہی خیال آیا۔ یہاں مَیں یہ تصریح کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ خاکسار نے سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات میں یہ تعریف دیکھی تھی جس کی سحر آفرینی کا مشاہدہ اس دن ہوا۔

اُمّ المومنین

ایک عالم دین تحقیق حق کے لئے ربوہ تشریف لائے۔اُن کا واحد اعتراض یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے کشف بابت حضرت فاطمہؓ وغیرہ سے اہل بیت علیہم السلام کی سخت توہین ہوتی ہے۔اس گستاخی کو نوّے کروڑ مسلمان کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔مَیں نے گزارش کی کہ یہ کشف تو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ کے عاشق رسول ہونے پر فیصلہ کن آسمانی شہادت ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ سلطان الفقرا حضرت سلطان باہوؒ جیسے اہل کشف پاک نفس بزرگ اور ولی کامل اپنے مشاہدات کی بنا پر تحریر فرماتے ہیں:

''مشق وجودیہ کی پاکی اور برکت سے مجلسِ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ایک نوری طفل معصوم کی شکل میں حاضر ہو جاتا ہے۔حضرت محمد ﷺ کمال لطف، شفقت اور مرحمت سے اس نوری بچے کو اپنے اہل بیت پاک میں جناب امہات المومنین حضور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھن کے سامنے لے جاتے ہیں۔وہاں ہر ایک ام المومنین اسے اپنا فرزند کہتی ہیں اور اپنا نوری دودھ پلاتی ہیں اور وہ شیر خوار اہل بیت خاص ہو جاتا ہے اور اس کا نام فرزند حضوری اور خطاب فرزند نوری ہو جاتا ہے''۔

پھر اپنے روحانی مشاہدہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ''حضرت سرور کائنات ﷺ اس فقیر کو باطن میں اپنے حرم محترم کے اندر کمال شفقت اور مرحمت سے لے گئے اور حضرت امہات المومنین حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھن نے اس فقیر کو دودھ پلایا اور آنحضرت ﷺ اور امہات المومنینؓ نے مجھے اپنے نوری حضوری فرزند کے خطاب سے سرفراز فرمایا''۔

(حق نمائے اردو ترجمہ نور الھدی۔صفحہ 224-225۔ طبع پنجم۔ مقام اشاعت کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان)

خاکسار کا ایک مضمون خلافت رابعہ کے اوائل میں ہی ''الفضل'' کی ایک اشاعت میں چھپا جو حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ ایک خواب کے اقتباس پر مشتمل تھا۔خواب میں ''اُمّ المومنین'' کا لفظ بھی تھا جس پر مجھے ربوہ کی حوالات میں بند کر دیا گیا۔تھانہ کے ایک کانسٹیبل صاحب مجھے دیکھتے ہی سخت غضبناک تھے کہ تم نے اپنے مضمون میں ''اُمّ المومنین'' کی اصطلاح مرزا صاحب کی اہلیہ کے لئے کیوں لکھی ہے۔ہم مسلمان اس سے مشتعل ہیں۔مَیں نے انہیں بتلایا کہ یہ خواب جس میں یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے ہمارے امام دوم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا ہے جو بہشتی مقبرہ میں آسودہ خاک ہیں۔دوسرے یاد رکھئے ''اُمّ المومنین'' کا فارسی ترجمہ ''مادر ملّت'' ہے جس سے ہم سب محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ کو یاد کرتے ہیں حالانکہ وہ قائد اعظم کی بہن تھیں اور انہیں ''پھوپھیٔ ملّت'' کہنا چاہئے۔کانسٹیبل صاحب ہکّا بکّا رہ گئے اور مَیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعا کے طفیل چند گھنٹے اسیر حوالات رہنے کے بعد قصر خلافت پہنچ گیا۔

صحابہ نبوی

1985ء میں یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ذرہ نوازی سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے نمائندہ کے طور پر جلسہ انگلستان میں شامل ہوا۔جس کے بعد ملک کی مختلف جماعتوں کے جلسوں اور مجالس سوال و جواب میں شرکت کا موقع میسر آیا۔جن کی رپورٹوں پر حضور نے اپنے قلم مبارک سے ازحد مسرت اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔مجھے یاد رہے بریڈفورڈ کی ایک مجلس سوال و جواب میں ایک شیعہ دوست نے سوال کیا کہ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی نسبت اعلان

نور پور احمد نگر کی احمدیہ مسجد کو مخالفین کے حوالے کرنا انتظامیہ کی جانب سے کمزوری اور لاقانونیت کا کھلا مظاہرہ ہے۔ مذکورہ مسجد مقامی احمدی ولی محمد نے ذاتی زمین میں ذاتی خرچ پر تعمیر کی تھی۔

ترجمان جماعت احمدیہ مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ کا بیان

ربوہ (پ ر) نور پور احمد نگر کی احمدیہ مسجد کو بلا جواز غیر قانونی طور پر مخالفین کے حوالے کر دیا گیا۔مسجد کو 2003ء سے پولیس نے بلا جواز تالا لگایا ہوا تھا۔14 جنوری 2010ء کو مقامی انتظامیہ نے پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ غیر قانونی طور پر مسجد کو مخالفین کے حوالے کر دیا ہے۔اس مسجد میں ابتدا سے جماعت احمدیہ کے لوگ عبادت کر رہے تھے۔

ترجمان جماعت احمدیہ مکرم سلیم الدین صاحب نے کہا ہے کہ انتظامیہ کی جانب سے نور پور احمد نگر کی احمدیہ مسجد کو مخالفین کے حوالے کرنا انتظامیہ کی جانب سے کمزوری اور لاقانونیت کا کھلا مظاہرہ ہے۔حقائق یہ ہیں کہ مذکورہ مسجد 1982ء میں مقامی احمدی ولی محمد جو انتقال کر چکے ہیں نے ذاتی زمین میں ذاتی خرچ پر تعمیر کی تھی۔انہوں نے کہا کہ اس زمین کے ملکیتی ثبوت متعدد مواقع پر انتظامیہ کو پیش کئے جا چکے ہیں اور علاقے کے غیر از جماعت معززین، سابق ناظم یونین کونسل وغیرہ نے بھی پولیس کو تحریری بیانات ریکارڈ کروائے اور جماعتی موقف کی تائید کی۔

ترجمان جماعت احمدیہ نے مزید کہا کہ اس معاملے پر چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج چنیوٹ کے ذریعہ انکوائری کروا چکے ہیں۔انہوں نے کہا کہ قبل ازیں پولیس حکام اپنی رپورٹس میں اس مسجد کو جماعت احمدیہ کی ملکیت قرار دے چکے ہیں۔تاہم حقیقت حال واضح ہونے اور مخالف فریق کے پاس ایک بھی ثبوت نہ ہونے کے باوجود انتظامیہ نے مخالفین کے پریشر اور دباؤ کی وجہ سے مخالفین کا ناجائز قبضہ کرا دیا۔ترجمان جماعت نے اعلیٰ حکام سے معاملے کا فوری نوٹس لینے اور انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

فرمایا ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' جس کا مَیں مولا ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ ہی خلیفہ بلافصل تھے۔مَیں نے عرض کیا کہ آپ حضرات اپنے فاضل علماء کو مولانا کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو کیا انہیں خلیفہ بلافصل بھی کہتے ہیں؟۔دوسرے ''بخاری'' کی دوسری حدیث میں اس واقعہ کا بالواسطہ طور پر یہ پس منظر موجود ہے کہ جب حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ رسول نے بھی ان کا بائیکاٹ کر دیا۔جس کے بعد انہوں نے اپنا ارادہ ملتوی فرما لیا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے میدان عرفات میں خطبہ کی بجائے واپسی پر 18رذی الحجہ مطابق 15رمارچ 622ء کو جبکہ صرف صحابہ ہی موجود تھے حضرت علیؓ کی معافی کا اعلان فرمایا اور ہدایت فرمائی جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے ان سے بھی محبت کرنا چاہئے۔اتنی سی بات تھی جسے افسانہ بنا دیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ خلافت بلافصل کا شاہی اعلان تھا تو ہمارے شیعہ بھائی ''حدیث قرطاس'' کا سوال کیوں اٹھاتے ہیں۔جبکہ یہ معاملہ تو کئی ماہ قبل نبیوں کے شہنشاہ خم غدیر کے موقع پر ہزاروں صحابہ میں رونق افروز ہو کر طے فرما چکے تھے۔

وقف جدید کے نئے سال کا اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 8رجنوری 2010ء کے خطبہ جمعہ میں وقف جدید کے 53ویں سال کے آغاز کا اعلان فرما دیا ہے۔

تمام امراء کرام، مبلغین انچارج، صدران جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ

(1) نئے سال کے وعدہ جات کے حصول کا کام شروع کر دیں اور اس کی اسم وار فہرست ساتھ کے ساتھ مرکز کو بھجواتے رہیں۔کوشش کریں کہ وعدہ جات کے حصول کا کام 31رمارچ تک مکمل ہو جائے۔

(2) کوشش کریں کہ کوئی بھی فرد جماعت اس بابرکت تحریک میں شامل ہونے سے محروم نہ رہے۔

(3) نومبائعین کو بطور خاص اس مقدس تحریک میں شامل کیا جائے۔

جَزاکم اللہ احسنَ الجَزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔لندن)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاهر نديم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر79

80 کی دہائی میں بیعت کرنے والے بعض مخلص عرب (4)

احمد خالد البراقی صاحب

دمشق سے قریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑوں کے بیچوں بیچ ''حوش عرب'' نامی ایک بستی آباد ہے۔ یہ بستی بلکہ یہ پورا علاقہ ہی صاف آب وہوا، لذیذ پھلوں، اور خالص شہد کی وجہ سے مشہور ہے۔ موسمی اثرات کی وجہ سے اس علاقہ کی وجہِ شہرت بننے والے یہ امور تو آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتے جارہے ہیں، تاہم اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو ایک ایسی وجہ شہرت سے نوازا ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی اور بفضلہٖ تعالیٰ آنے والی نسلیں اس بستی کو اچھے لفظوں سے یادرکھیں گی۔ یہ وجہ شہرت اور یہ انعام اس بستی میں احمدیت کے نور کی شکل میں ظاہر ہوا۔

آیئے دیکھتے ہیں خدائی تقدیر کے تحت یہ واقعہ کیسے رونما ہوا؟ اس ایمان افروز داستان کی ابتدا مکرم احمد خالد البراقی صاحب سے ہوتی ہے۔ آیئے ہم انہی کی زبانی سنتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح احمدیت قبول کی؟

پس منظر

مَیں سیرین آرمی کے Aviation College میں پائلٹ تھا اور اس شعبہ میں آنے والے نئے طلباء کی ٹریننگ کا کام بھی میرے ذمہ تھا۔ مَیں ایک عرصہ سے یہ کام چھوڑنے کی درخواست کر رہا تھا لیکن درخواست منظور نہ ہو رہی تھی۔ پھر 23 اپریل 1980 کو بعض سیاسی وجوہات کی بناء پر اچانک مجھے فارغ کر دیا گیا۔ میری طبیعت پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔ اس واقعہ نے مجھے اسلامی شریعت اور مختلف فرقوں کے بارہ میں تحقیق وتعلیم کی طرف راغب کر دیا۔ اور میرے دل میں شریعت کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی شدید خواہش نے جنم لیا۔

(شام میں یہ قانون ہے کہ اگر آپ ایک عرصہ تک تعلیم کے شعبہ سے منقطع رہیں اور دوبارہ کسی شاخ میں داخلہ کے خواہاں ہوں تو آپ کو میٹرک کا امتحان دوبارہ دینا پڑے گا اور پھر آپ کے نمبروں کے حساب سے مناسب شعبہ میں آپ کو داخلہ مل سکتا ہے۔) مَیں نے اگلے سال یعنی 1981 میں میٹرک کا امتحان دیا اور الحمد للہ کامیاب ہو گیا، اور اس سے اگلے سال مجھے شریعت کالج میں داخلہ مل گیا۔

جماعت سے تعارف

1985ء میں مَیں شریعت کالج کے تیسرے سال کا طالبعلم تھا۔ اس وقت تک شریعت کے طالبعلم کو اسلامی فرقوں اور مذاہب کے بارہ میں بہت کچھ معلومات مل چکی ہوتی ہیں۔ مجھے یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو اسلام کا دعویدار ہے لیکن وہ اسلام سے خارج اور اس کا سخت ترین دشمن ہے بلکہ وہ استعماری طاقتوں کا پروردہ اور انہی کے اہداف کی تکمیل کے لئے ہی سرگرم ہے۔ اور اس کا نام قادیانی فرقہ ہے۔ اس طرح کی مزید تفصیلات مجھے اپنی کتب اور اساتذہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی وغیرہ سے میسر آئیں۔

ایک دن میرے ایک عزیز بدر الدین البرتاوی (جو کہ میڈیکل کا طالبعلم تھا) نے مجھے بتایا کہ قادیانی جماعت دمشق میں بھی موجود ہے اور گزشتہ 70 سال سے ان کا مرکز ''شاغور'' کے علاقہ میں موجود ہے، اور تبلیغِ اسلام کا کام کر رہی ہے۔ مَیں اس کی بات سن کے حیران وششدر رہ گیا۔ کیونکہ میرے خیال کے مطابق اس جماعت کا تو مدتِ دراز سے ہمارے ''مجاہد'' علماء کے ہاتھوں نام ونشان مٹ چکا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ یہ یہاں پر ایک ایسے ملک میں تبلیغ کر رہی ہو جس کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح میرے اس عزیز نے یہ بھی بتایا کہ جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں اور ان کا زندہ اور بجسدہ العنصری آسمان کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور دجال ظاہر ہو چکا ہے اور وہ زمین میں فساد پھیلا رہا ہے۔ اور مہدی منتظَر بھی ایک سوسال سے ظاہر ہو چکے ہیں اور ان کی وفات کے بعد اب ان کے چوتھے خلیفہ موجود ہیں۔ میرے دل میں پہلے ہی مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کا بہت دکھ تھا اس پر اس فرقہ کے بارہ میں یہ سب کچھ سننا میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ثابت ہوا۔ لہذا مَیں نے اپنے عزیز سے کہا کہ مجھے ان ''کافروں'' اور ''مرتدوں'' سے ملاؤ تا مَیں انہیں بتاؤں کہ وہ کس قدر گمراہ ہیں اور اسلام کی نہیں بلکہ دشمنان اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

بیعت کا واقعہ

میری پہلی ملاقات مکرم محمد منیر ادلبی صاحب سے ہوئی جن کی شادی ہماری بستی ''حوش عرب'' کے ایک گھرانے میں ہوئی تھی۔ مَیں نے ان سے پہلا سوال یہ کیا کہ مَیں نے سنا ہے کہ آپ اسلام کی تبلیغ کرنے کے دعویدار ہیں۔ براہ کرم مجھے اس تبلیغ کے بارہ میں بتائیں نیز یہ بھی وضاحت کر دیں کہ یہ کونسا اسلام ہے جس کی آپ تبلیغ فرمارہے ہیں؟ منیر صاحب نے کہا کہ متعدد اہم امور میں سے مَیں تین بنیادی امور کے بارہ میں بات کروں گا۔ آپ پہلے پوری توجہ کے ساتھ انہیں سن لیں پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا آپ نے مزید کچھ سننا ہے یا نہیں۔

منیر صاحب نے پہلا مضمون دجّال کے بارہ میں شروع کیا۔ تفصیل بتانے سے قبل انہوں نے مجھ سے دجّال کے بارہ میں اپنا فہم اور تصور بیان کرنے کو کہا۔ مَیں نے تقلیدی طرز پر جو کچھ سنا سنایا یا دینی کتب میں پڑھا تھا اس کا خلاصہ بیان کیا۔ جسے سن کر منیر صاحب کے ہونٹوں پر ہلکی سے مسکراہٹ پھیل گئی اور انہوں نے کہا اب آپ اس عظیم نشان کی وہ تفصیل سنیں جو ہمیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے سمجھائی ہے۔ پھر انہوں نے دجّال سے متعلقہ جملہ روایات کی روشنی میں ثابت کیا کہ مغربی قومیں ہی دجّال کا مظہر ہیں۔ اس تفصیل کو سن کر میرا سر چکرا گیا۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اب دوسرا موضوع بیان کریں۔

انہوں نے کہا: نہیں، پہلے مجھے دجّال سے متعلق اس تفصیل اور تشریح کے بارہ میں رائے سے آگاہ کریں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں اپنی رائے آپ کے تینوں موضوعات ختم کرنے پر دوں گا۔ انہوں نے میرا خیال جانے بنا آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ مَیں نے بھی اس وقت محض مزید جاننے کی غرض سے صرف اتنا کہہ دیا کہ امکانی حد تک یہ تفسیر درست ہوسکتی ہے۔

اس پر منیر صاحب کافی خوش ہوئے اور دوسرا مضمون یعنی وفات مسیح ناصری علیہ السلام بیان کرنا شروع کیا۔ رات کا وقت تھا جب یہ سلسلہ شروع ہوا اور اس مضمون کے ختم ہونے تک صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں بھی جیسے سچائی کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوگیا۔ ساری رات جاری رہنے والی اس مجلس کے باوجود مجھے منیر صاحب کے تیسرے موضوع کے بارہ میں سننے کا بہت اشتیاق تھا کیونکہ اب تک انہوں نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ تو میرے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا اور مَیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی سیرت اور آپ کے صدق کے دلائل سننے کے لئے بے چین تھا۔ لیکن مَیں نے خود ہی اس کو مؤخر کر دیا تا مَیں ایک دفعہ پھر سوچ سمجھ لوں اور کوئی فیصلہ جذبات میں آکر نہ کیا جائے۔ لیکن یہ تاخیر قدرے لمبی ہوگئی کیونکہ منیر صاحب کو اپنے کام کے سلسلہ میں بستی سے شہر جانا پڑا اور پندرہ دن تک ہماری ملاقات نہ ہوسکی۔ ان دنوں میں مجھے ان سے ملنے کا بے حد اشتیاق رہا۔ مَیں چاہتا تھا کہ کب یہ آئیں اور تیسرا مضمون بھی بیان کریں۔ بہرحال دو ہفتوں کے بعد جب منیر صاحب دوبارہ تشریف لائے تو مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل بیان کئے۔ نیز انہوں نے شرائط بیعت بھی پڑھ کے سنائیں۔ ان مجالس میں میرے ساتھ تقریباً پندرہ اشخاص شامل رہے جو ان نئے مفاہیم کو سنتے، سمجھتے اور ان کو سراہتے رہے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: بدر الدین البرتاوی، مرعی حسن البرتاوی، ابوانس الفلسطینی، حسن محمد البرتاوی، حسن عثمان البرتاوی، صالح احمد البراقی، محمد محمود عثمان، محمد المصری، علی عمر البرتاوی، ناصر احمد دعبیس جمعہ، عمر حسنا، حسن جمعہ وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل اور شرائط بیعت پڑھنے کے بعد منیر صاحب نے کہا کہ کیا کوئی ہے جو ان مفاہیم اور ان کے لانے والے مسیح موعود ومہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق کرے اور اس کی بیعت کرنا چاہتا ہو۔ اس پر ہم چار اشخاص نے اسی وقت بیعت کر لی۔ میرے علاوہ باقی تین دوستوں کے نام یہ ہیں: مرعی حسن البرتاوی، بدر الدین البرتاوی اور حسن عثمان البرتاوی۔ ان میں سے آخری دو بعد میں مرتد ہو گئے۔ بدر الدین البرتاوی کی شادی کے لئے اس کے سسرال نے احمدیت سے ارتداد ہی شرط رکھی تھی جسے اس نے قبول کر لیا لیکن شادی اور دو بچوں کی ولادت کے بعد نوجوانی میں ہی فوت ہوگیا۔ حسن عثمان البرتاوی نے بھی اپنا کام بچانے کی خاطر ارتداد اختیار کیا کیونکہ اسے دھمکی دی گئی تھی کہ ارتداد نہ اختیار کرنے کی صورت میں اس کی ٹیچر کے طور پر تبدیلی کسی دور دراز جگہ پر کر دی جائے گی۔

حیرت انگیز تبدیلی

احمد البراقی صاحب کی زبانی باقی واقعات سے قبل یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیعت سے قبل اور بعد کی ان کے گھر کی حالت کا نقشہ بیان کر دیا جائے جو ہماری درخواست پر خالد البراقی صاحب ابن مکرم احمد البراقی صاحب نے یوں لکھا ہے کہ:

سرکاری نوکری سے فراغت کے بعد میرے والد صاحب نے ''حوش عرب'' میں ٹریکٹرز اور موٹرز وغیرہ ٹھیک کرنے کی ورکشاپ کھول لی تھی۔ سردیوں میں ہماری بستی میں شدید برفباری ہوتی تھی اور یہ موسم وہاں کے اکثر لوگوں کے لئے اس لحاظ سے بہار بن جاتا تھا کہ وہ گھروں میں بیٹھ کر مختلف قصے کہانیاں بیان کرتے، مل کر کھاتے پیتے، تاش کھیلتے، اور سگریٹ یا حقہ نوشی کا شغل کرتے۔ میرے والد صاحب بھی ان تمام چیزوں کے رسیا تھے۔ اور ہمارا گھر بھی والد صاحب کے دوستوں سے بھرا رہتا تھا۔ گھر میں تاش کھیلنا، خوش گپیاں لگانا اور سگریٹ نوشی کرنا روزانہ کا معمول ہوتا تھا۔ لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد میرے والد صاحب یکسر بدل گئے۔ انہوں نے ان تمام غلط عادتوں کو چھوڑ دیا۔ حتی کہ سگریٹ نوشی بھی ترک کر دی۔ اور اس حد تک اس سے نفرت کرنے لگے کہ اس کی بُو تک سے انہیں کراہت ہونے لگی۔ وہ گھر جس میں قبل ازیں فضول قصے کہانیاں اور تاش کھیلنے اور سگریٹ نوشی میں وقت برباد ہوتا تھا اب اسی میں اللہ رسول کی باتیں ہونے لگیں، اور مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کی تبلیغ ہونے لگی۔

اہل بستی اکثر کہا کرتے تھے کہ احمد براقی کے بچے بہت ذہین ہیں لیکن اس نے احمدیت قبول کر کے ان کو ضائع کر دیا ہے۔ باوجود لوگوں کی نفرت کے تمام بستی والے اپنے ٹریکٹرز اور موٹریں وغیرہ ٹھیک کروانے کیلئے میرے والد صاحب کے ہی پاس آتے تھے اور ان کے کام سے مخلص ہونے کے بارہ میں گواہی دینے پر مجبور تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کبھی ہمیں ان کا محتاج نہیں کیا۔ باقی جہاں تک دنیاوی تعلیم کا تعلق ہے تو ہم سات بہن بھائی ہیں جن میں سے مَیں نے مکینیکل انجینئرنگ میں ڈگری کی ہے اور دیگر دو بھائیوں نے کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کی ہے۔ جبکہ بہنوں میں ایک ڈینٹسٹ ہے اور دو نے ادب عربی اور ایک نے فرنچ لٹریچر پڑھا ہے۔ لوگ بستی میں ہم سے قطع

تعلق کرنے اور دور رہنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے لیکن یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت ہے کہ اس نے ہماری شادیاں احمدیوں میں کروا دی ہیں اور اولاد کی نعمت سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

تبلیغی مہمات

اب ہم احمد البراقی صاحب کی طرف واپس لوٹتے ہیں اور ان کی زبانی سنتے ہیں کہ انہوں نے بیعت کے بعد کیا کیا؟ وہ کہتے ہیں:

مَیں نے بستی کے نمبر دار اور امام مسجد عبد الرحیم سعید جمعہ کو تبلیغ کی اور اسے شروط بیعت اور مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب پڑھنے کے لئے پیش کی لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے کہا اگر آپ خود نہیں پڑھنا چاہتے تو مَیں آپ کے لئے شرائط بیعت پڑھ دیتا ہوں آپ سن ہی لیں۔ اس پر اس کے ساتھی محمد صالح حمزہ نے محض اس خیال سے کہ چونکہ احمدیت نعوذ باللہ جھوٹی ہے لہذا لازمی طور پر یہ کوئی فسق و فجور کی بات ہی ہوگی، اسے کہا کہ سن لو۔ نمبر دار شرائط بیعت سننے پر رضامند ہوگیا، لیکن ساری شرائط سن لینے کے بعد کہنے لگا یہی تو صحیح اسلام ہے۔ مَیں نے کہا یہی وہ اسلام ہے جو احمدیت پیش کرتی ہے اور جسے آپ کفر اور اسلام سے خروج قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ احمدیوں کے ساتھ نہ ملو، ان کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرو، ان سے رشتے نہ کرو اور ان کے ساتھ سلام دعا تک نہ کرو۔ اس نے کہا یہ میری رائے نہیں بلکہ ہم سے بڑے علماء کی رائے ہے۔ مَیں نے کہا یہ کیسے علماء ہیں جو آپ کو سکھاتے ہیں کہ صحیح اسلام کو فسق و فجور کا نام دو۔ اس نے کہا وہ ہم سے زیادہ علم والے ہیں اور ہم تو محض ان کے پیروکار ہیں۔ اس پر مَیں نے یہ آیت قرآنی پڑھی: اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَاب (البقرة: 167) (یعنی اس وقت کو یاد کرو جب وہ لوگ جن کی پیروی کی جاتی تھی اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے......)۔ اس پر وہ کسی قدر جھلّا کر کہنے لگے کہ مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس نہج پر آگے بڑھنے سے رک جاؤ ورنہ یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ مَیں نے یہ کہتے ہوئے اسے خدا حافظ کہا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الحج:39) (یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا خود دفاع کرنے والا ہے)۔

دو سال بعد اس امام مسجد کی اس سے زیادہ بڑے عالم کے ساتھ لڑائی ہوگئی جس کی بناء پر اس سے مسجد کی امامت جاتی رہی۔ اس واقعہ سے قبل وہ میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا لیکن اس کے بعد مجھ سے اچھے طریق پر پیش آنے لگا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم کل تک تو اس سے قطع تعلق کی تعلیم دیتے رہے ہو پھر آج خود کیوں اس کے دوست بن گئے ہو۔ اس نے کہا کہ مَیں آزاد ہوں اور آپ بھی آزاد ہیں ہر انسان کو حق ہے کہ جو چاہے کرے۔ گو اس سے مسجد کی امامت تو چھن چکی ہے لیکن ابھی تک نمبر دار وہی ہے۔ اس نے جماعت کے خلاف بھڑکانا اور بولنا بند کر دیا ہے اور نہ صرف ہمارے بلکہ تمام احمدیوں کے ساتھ اچھے طریق پر ملتا ہے اور اکثر کہتا ہے کہ احمد خالد البراقی اخلاق اور معاملات میں سب سے بہتر شخص ہے کاش کہ وہ احمدیت کی دعوت کو اس بستی میں نہ لایا ہوتا۔

مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰه

ناصر محمد البراقی ہماری بستی اور برداری کا ایک شخص تھا، مَیں نے اسے اور اس کی بیوی کو تبلیغ کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ناصر البراقی میرے بھائی علی البراقی کا بہت گہرا دوست تھا۔ میرا بھائی ان دنوں فرانس میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گیا ہوا تھا۔ مَیں نے اسے اپنے احمدی ہونے کے بارہ میں کچھ نہ بتایا تھا تا وہ اس معاملہ سے دور رہ کر پہلے اپنی پڑھائی مکمل کر لے۔ لیکن ناصر البراقی نے میرے بھائی کو میرے بارہ میں لکھ دیا کہ وہ مرتد ہوگیا ہے اور اب اہل بستی میں کافرانہ خیالات اور تفرقہ پھیلا رہا ہے۔ اس پر میرے بھائی نے مجھے اپنی پریشانی پر مشتمل خط ارسال کیا جس کے جواب میں مَیں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ جب وہ آئے گا تو مَیں اسے ہر بات کی وضاحت کردوں گا۔

میرے اس خط کے ملتے ہی میرے بھائی نے سامان باندھا اور اپنی بیوی بچوں کو اکیلا ہی فرانس میں چھوڑ کر اپنی گاڑی پر پانچ دن کے مسلسل سفر کے بعد بستی آ پہنچا۔ میرا بھائی بہت تھکا ہوا تھا تاہم اہل بستی بہت خوش تھے کہ اب وہ مجھے میری گمراہی سے واپس لے آئے گا اور یہ پرابلم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ باری باری تمام لوگ آتے رہے اور مَیں ان کی ضیافت کا انتظام کرتا رہا۔ ہر ایک میرے بھائی کو اپنے اپنے نقطۂ نظر سے مجھے احمدیت سے واپس لانے کا مشورہ دیتا۔ لیکن جب بھی مَیں کمرے میں داخل ہوتا تو خاموشی چھا جاتی اور اس میں موجود لوگ منہ پر جھوٹی مسکراہٹ سجاتے ہوئے مجھے بھائی کے بخیریت پہنچنے پر مبارکباد دینے لگتے۔ رات بارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تو میرے بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ اب بتاؤ معاملہ کیا ہے۔ مَیں نے بھی سب سے پہلے دجّال کے بارہ میں بات شروع کی۔ مَیں نے دیکھا کہ میرا بھائی تھکاوٹ کی وجہ سے پوری طرح توجہ قائم نہیں رکھ سکتا اور سونے لگتا ہے۔ اس کے اصرار پر مَیں نے بمشکل اس کو جگا جگا کر دجّال کے بارہ میں اپنی بات مکمل تو کر لی لیکن مجھے کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ آیا میرے بھائی نے مضمون سمجھا بھی ہے یا نہیں اور اس کے بارہ میں اس کی کیا رائے ہے۔ تاہم مَیں نے اسے کچھ دیر سونے کا کہا اور باقی بات چیت صبح تک ملتوی کر دی۔

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ پھر لوگوں کا تانتا بندھنا شروع ہوگیا۔ شاید ان کا مقصد یہ تھا کہ میرے بات کرنے سے قبل وہ میرے بھائی کے کان بھر دیں تا کہ بعد میں میری باتوں سے وہ متاثر نہ ہو سکے۔ یہ سلسلہ سارا دن چلتا رہا اور رات گئے تک جاری رہا۔ اور پہلے دن کی طرح جب آدھی رات کا وقت ہوگیا تو میرے بھائی نے دوبارہ مجھے اپنی بات مکمل کرنے کو کہا۔ مَیں چاہتا تھا کہ وہ اپنی نیند مکمل کر لے تا ایسا نہ ہو کہ وہ صحیح طور پر توجہ قائم نہ رکھ سکنے کے سبب بات کو سمجھنے سے قاصر رہے اور ایمان لانے سے محروم رہ جائے۔ لیکن اس کے اصرار پر مجھے دوسرا موضوع بیان کرنا پڑا تاہم اس کی حالت نیند اور بیداری کی کیفیات سے گزرتی رہی۔ اور اسی طرح تیسرے دن صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے علاوہ آپ کے لائے ہوئے بعض تجدیدی مفاہیم، تفسیرِ آیات، خصوصاً جنّ وشیاطین کے بارہ میں احمدی طرز فکر کے بارہ میں بات کی۔ ساری باتیں سننے کے بعد میرے بھائی نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے یہ سب باتیں ان لوگوں کو بھی بتائی ہیں؟ مَیں نے کہا کہ نہ صرف یہ بلکہ اس سے کہیں زیادہ وضاحت سے ان کے ساتھ بات ہوئی ہے لیکن وہ عداوت پر مصر ہیں اور مخالفت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر میرے بھائی نے کہا: تعجب ہے کہ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھ سکے۔ اب ان کو آنے دو مَیں ان سے بات کرنے کی کوشش کروں گا، کیونکہ مجھے تو یقین آ چکا ہے کہ جو بات تم کہہ رہے ہو وہ حق ہے۔

اگلا دن جمعہ کا مبارک دن تھا اور صبح سویرے ہی میرے بھائی کا وہ دوست جس نے خط لکھ کر اسے فرانس سے بلایا تھا آ ٹپکا۔ وہ اس مبارک دن میں میرے احمدیت سے توبہ کرنے کی خوشخبری کا منتظر تھا۔ چنانچہ اس نے آتے ہی پوچھا کہ کیا بنا؟ میرے بھائی نے کہا ابھی تو مَیں دمشق میں واقع زاویۃ الحصنی میں احمدیت کے سنٹر میں جمعہ کی نماز ادا کرنے جا رہا ہوں جہاں مَیں نے بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کرنی ہے اس لئے باقی باتیں مَیں آپ سے آ کر کروں گا۔ شاید اس سے بڑی اور حقیقی خوشخبری اس کو زندگی بھر سننے کے لئے کبھی نہ ملی ہو۔

بہرحال میرے بھائی نے 1986ء میں مکرم منیر الحصنی صاحب کے روبرو بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔

حوش عرب میں بعض مولویوں کے بھڑکانے پر اہل بستی نے احمد البراقی صاحب کے گھر پر حملہ کر دیا اور گھر میں موجود مہمانوں کو زدوکوب کیا۔ ان کے خلاف پولیس میں غلط رپورٹیں لکھوائی گئیں اور عدالتوں میں رجوع کرنے پر سزا بھی انہیں کو دی گئی۔ انہیں اس جرم میں مار پیٹ برداشت کرنے کے علاوہ چند ماہ کی جیل بھی کاٹنی پڑی۔

مخالفتوں کے باوجود تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہا اور آج خدا کے فضل سے اس چھوٹی سی بستی میں پچاس سے زائد احمدی موجود ہیں۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے مصدقین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

ڈاکٹر علی خالد البراقی صاحب

یہ مکرم احمد خالد البراقی کے بھائی ہیں۔ انہوں نے فرانس سے شہد کی مکھی اور شہد کے بارہ میں سپیشلائزیشن کی۔ دمشق یونیورسٹی کے زرعی کالج میں پروفیسر ہیں۔ ان کی بیعت کا دلچسپ واقعہ چند سطور قبل گزر چکا ہے۔ یہ خود بیان کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد جب مَیں واپس فرانس پہنچا تو میری اہلیہ نے روتے ہوئے ماجرا پوچھا۔ مَیں نے کہا الحمدللہ سب خیر ہے۔ مَیں بھی اپنے بھائی کی طرح احمدی ہوگیا ہوں۔ اور جماعت احمدیہ سچی اور الٰہی جماعت ہے۔ اس کے بعد چند منٹ کی تشریح اور دلائل کے بعد میری اہلیہ بھی مطمئن ہوگئی اور فوراً بیعت کر لی۔

کچھ ماہ کے بعد مجھے پتہ چلا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنقریب سوئٹزرلینڈ تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ مَیں حضور انور سے پہلی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کیلئے فرانس سے سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ جانے سے قبل مَیں نے فرانس سے دو تحفے حضور انور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے خریدے، ان میں سے ایک خوبصورت نقش ونگار والا قرآن کریم تھا اور دوسرا تحفہ میری تحقیقی فیلڈ سے تھا یعنی شہد۔ جب مَیں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور انور شاید وقت کی کمی کی وجہ سے ہر ملاقات کرنے والے کو ایک منٹ یا اس سے بھی کم وقت دے پا رہے تھے۔ لیکن جب میری باری آئی تو مَیں نے اپنا نام، ملک اور فرانس میں تعلیم کا ذکر کر کے عرض کیا کہ مَیں نے ابھی چند ماہ قبل ہی بیعت کی ہے۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ مَیں حضور انور سے عربی زبان میں بات کرتا تھا اور حضور انور مکمل طور پر سمجھ رہے تھے، جبکہ حضور انور انگریزی میں بات کر رہے تھے اور مجھے حضور انور کی باتوں کی سمجھ آ رہی تھی۔ کچھ باتوں کے بعد مَیں نے حضور انور کی خدمت میں قرآن کریم کا تحفہ پیش کیا تو اس کے نقش ونگار اور رنگوں کو دیکھ کر حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کا یہ حصہ دہرایا: ”لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ“ (یعنی ایسا بھی زمانہ آئے گا جب اسلام کی اصل تعلیم پر عمل نہیں ہوگا بلکہ اس کا محض نام ہی باقی رہ جائے گا۔ اسی طرح قرآن کریم کی تعلیمات کو بھی نظرانداز کر دیا جائے گا اور اس کے رنگ برنگے رسم الخط ہی باقی رہ جائیں گے)۔ پھر مَیں نے شہد کا تحفہ حضور انور کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ مَیں اسی فیلڈ میں سپیشلائزیشن کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حضور بہت خوش ہوئے اور مجھے اس میدان میں مزید تحقیق کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح عربوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد حضور انور نے مجھے بھی ایک بیش قیمت تحفہ سے نوازا۔ مَیں نے حضور انور کے ساتھ ملاقات میں یہ محسوس کیا کہ حضور کو عربوں سے والہانہ محبت ہے اور آپ کے دل میں ان کی بہت زیادہ عزت و توقیر جاگزیں ہے۔ شاید اس کی وجہ اس قوم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہوگی۔

(باقی آئندہ)

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ 6214750 6214760

اقصیٰ روڈ 6212515 6215455

پروپرائٹر میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

الفضل انٹرنیشنل میں

اشتہار دے کر

اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینیجر)

خطبہ جمعہ

اگر اندھیروں سے نکلنا ہے اور نور حاصل کرنا ہے اور زمانہ کے امام کی بیعت کا صحیح حق ادا کرنا ہے تو دنیاداری کی باتوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔

خوشی اور غمی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور دونوں چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ حدود اور قیود ہیں۔

مہندی کی رسم پر ضرورت سے زیادہ خرچ اور بڑی بڑی دعوتوں سے ہمیں رکنا چاہئے۔

شادیوں پر بے جا اسراف اور دکھاوا اور اپنی شان اور پیسے کا جو اظہار ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ بعض لوگ ضرورت سے زیادہ اب ان رسموں میں پڑنے لگ گئے ہیں۔ اب مَیں کھل کر کہہ رہا ہوں کہ ان بیہودہ رسم و رواج کے پیچھے نہ چلیں اور اسے بند کر دیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ 15؍جنوری 2010ء بمطابق 15؍صلح 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (التغابن:9)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ایسا دماغ عطا فرمایا جس کے استعمال سے وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ باقی مخلوق اور ہر چیز کو نہ صرف اپنے زیرنگیں کر لیتا ہے بلکہ اس سے بہترین فائدہ اٹھاتا ہے اور ہر نیا دن انسانی دماغ کی اس صلاحیت سے نئی نئی ایجادات سامنے لا رہا ہے۔ جو دنیاوی ترقی آج ہے وہ آج سے دس سال پہلے نہیں تھی اور جو دنیاوی ترقی آج سے دس سال پہلے تھی وہ 20 سال پہلے نہیں تھی۔ اسی طرح اگر پیچھے جاتے جائیں تو آج کی نئی نئی ایجادات کی اہمیت اور انسانی دماغ کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا یہ ترقی جو مادی رنگ میں انسان کی ہے یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے؟ ہر زمانے کا دنیادار انسان یہی سمجھتا رہا کہ میری یہ ترقی اور میری یہ طاقت، میری یہ جاہ وحشمت، میرا دنیاوی لہو ولعب میں ڈوبنا، میرا اپنی دولت سے اپنے سے کم تر پر اپنی برتری ظاہر کرنا، اپنی دولت کو اپنی جسمانی تسکین کا ذریعہ بنانا، اپنی طاقت سے دوسروں کو زیرنگیں کرنا ہی مقصد حیات ہے۔ یا ایک عام آدمی بھی جو ایک دنیادار ہے جس کے پاس دولت نہیں وہ بھی یہی سمجھتا ہے بلکہ آج کل کے نوجوان جن کو دین سے رغبت نہیں دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو نئی ایجادات جو ہیں، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، یہی چیزیں اصل میں ہماری ترقی کا باعث بننے والی ہیں اور بہت سے ان چیزوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ پس یہ انتہائی غلط تصور ہے۔ اس تصور نے بڑے بڑے غاصب پیدا کئے۔ اس تصور نے بڑے بڑے ظالم پیدا کئے۔ اس تصور نے عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے انسان پیدا کئے۔ اس تصور نے ہر زمانہ میں فرعون پیدا کئے کہ ہمارے پاس طاقت ہے، ہمارے پاس دولت ہے، ہمارے پاس جاہ وحشمت ہے۔ لیکن اس تصور کی خدا تعالیٰ نے جو ربّ العالمین ہے، جو عالمین کا خالق ہے بڑے زور سے نفی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ جن باتوں کو تم اپنا مقصد حیات سمجھتے ہو یہ تمہارا مقصد حیات نہیں ہیں۔ تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ ان دنیاوی مادی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ اور دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) اور مَیں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اصل غرض انسان کی خلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے ربّ کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَیں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدنظر رکھیں وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 134 جدید ایڈیشن)

اس بات کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے کہ اپنے مقصد پیدائش کو کس طرح پہچاننا ہے اور اس کی عبادت کے طریق کس طرح بجا لانے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء بھیجتا رہا ہے جو اپنی قوموں کو اس عبادت کے طریق اور مقصد پیدائش کے حصول کے لئے راہنمائی کرتے رہے اور پھر جب انسان ہر قسم کے پیغام کو سمجھنے کے قابل ہو گیا اس کی ذہنی جلا اس معیار تک پہنچ گئی جب وہ عبادات کے بھی اعلیٰ معیاروں کو سمجھنے لگا اور اس نے دنیاوی عقل وفراست میں بھی ترقی کی نئی راہیں طے کرنی شروع کر دیں۔ آپس کے میل جول اور معاشرت میں بھی وسعت پیدا ہونی شروع ہو گئی تو انسان کامل اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس آخری شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے پھر اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر یہ اعلان کیا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ:4) کہ آج مَیں نے تمہارے فائدے کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتوں اور احسان کو تم پر پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا۔ اور اس قرآن میں جس کے لئے دین کو مکمل کیا اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے طریقے بتائے۔ عبادتوں کے اعلیٰ معیاروں کو چھونے کے طریق بھی بیان فرمائے۔ معاشرتی تعلقات نبھانے کے طریق بھی بیان فرمائے۔ دشمنوں سے سلوک کے طریق بھی بیان فرمائے۔ معاشرہ کے کمزور طبقے کے حقوق کی ادائیگی کے طریق بھی بیان فرمائے۔ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے طریق بھی بیان فرمائے۔ آئندہ آنے والی نئی ایجادات کے آنے اور ان سے انسان کے فائدہ اٹھانے کے بارہ میں بھی بیان فرما دیا۔ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہے اس کے بارہ میں انسانی عقل و فراست کی حدود تک جتنی بھی، جہاں تک پہنچ ہو سکتی تھی اس کے سمجھنے کے بارہ میں بھی راہنمائی فرمائی۔ ہر وہ چیز بیان فرما دی جن تک آج انسان کی عقل کی رسائی ہو رہی ہے بلکہ آئندہ پیش آمدہ باتوں کے بارہ میں بھی بیان فرما دیا جس

کے بارہ میں آج سے 1400 سال پہلے کا انسان سمجھ نہیں سکتا تھا اور اس سے پہلے کا انسان تو بالکل بھی نہیں سمجھ سکتا تھا گو کہ اُس وقت جب یہ باتیں قرآن کریم میں بیان ہوئیں ایک عام مسلمان مومن سمجھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کو انسان کامل اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی فراست جو تھی اس وقت بھی سمجھتی تھی۔ پس وہ ایک ایسا نور کامل تھے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور تھا اور جنہوں نے اپنے صحابہ میں ان کی استعدادوں کے مطابق بھی وہ نور بھر دیا۔ انہیں عبادتوں کے طریق بھی سکھائے۔ انہیں عبادتوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ ان کو اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اور پھر آپ ﷺ سے وہ نور پا کر صحابہؓ نے اپنی استعدادوں کے مطابق پھر وہ نور آگے پھیلانا شروع کر دیا اور چراغ سے پھر چراغ روشن ہوتے چلے گئے اور جن باتوں کا فہم اس وقت کا عام انسان نہیں کر سکتا تھا اس کے بارہ میں بھی بتا دیا کہ اس کامل کتاب سے تا قیامت اب چراغ روشن ہوتے چلے جائیں گے اور آئندہ زمانہ کے مومنین اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کو دیکھ لیں گے۔ ایک دنیا دار تو صرف دنیا کی نظر سے دیکھے گا لیکن ایک حقیقی مومن اپنے مقصد پیدائش کا حق ادا کرتے ہوئے اُن کو اس نظر سے دیکھے گا کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق آج ہی یہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ مومن کی نظر صرف ان ایجادات سے اور ان دنیاوی چیزوں سے دنیاوی فائدوں تک ہی محدود نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنے مقصد پیدائش کو سمجھتے ہوئے اس حقیقی نور سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی اور افضل الرسل ﷺ لے کر آئے تھے۔ جس طرح ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگ آج سے 14 سو سال پہلے اس نبی کے نور سے فیضیاب ہوئے تھے اور ہر میدان میں اعلیٰ معیاروں کو چھونے لگے۔ اسی طرح اب تا قیامت جو بھی اس رسول اور اس کامل شریعت سے حقیقی تعلق جوڑے گا، ظلمتوں سے نور کی طرف نکلتا چلا جائے گا اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جنتوں کا وارث بنتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس کا ذکر سورۃ طلاق کی آیت 12 میں یوں فرمایا ہے رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صٰلِحًا یُّدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا۔ (الطلاق:12) کہ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات تلاوت کرتا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اسے (ایسی) جنتوں میں داخل کرے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں۔ (ہر) اس (شخص) کے لئے (جو نیک اعمال بجا لاتا ہے) اللہ نے بہت اچھا رزق بنایا ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کے اُسوہ اور آپؐ پر اتری ہوئی تعلیم کی پابندی کرنا بھی لازمی ہے۔ اس تعلیم پر پابندی اور آپ کے اسوہ پر چلنے کی کوشش ہی اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنے گی۔ اس نور سے حصہ پانے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط رکھی ہے۔ صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے۔ ایک مومن کو اعمال صالحہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ فسق و فجور سے بچنے کی ضرورت ہے۔ جو آیت مَیں نے پہلے شروع میں تلاوت کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اللہ پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان اور قرآن کریم پر ایمان ہی نور سے حصہ دلانے والا بنے گا، جنت کا وارث بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ انسان کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بجا لا رہا ہے۔ اُسوۂ رسول اور تعلیم پر کس حد تک عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایمان کا دعویٰ دل سے ہے یا صرف زبانی باتیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں پر احسان کیا کہ ایک ایسا نبی مبعوث فرمایا جس کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی دنیا و آخرت میں انسان کی بقا ہے تو ان لوگوں کا جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کس قدر یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کریں جو کامل اور مکمل تعلیم ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا جاری احسان دیکھیں کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ (الجمعۃ:4) کی خبر دے کر یہ تسلی بھی کروائی کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کا فیضان جو فیضان نور ہے یہ جاری ہے۔ اندھیرے زمانہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور آپ ﷺ کے نور سے سب سے زیادہ حصہ پانے والے جس امام اور مسیح و مہدی نے آنا ہے اس کے ذریعہ پھر اندھیروں سے نور کی طرف راہنمائی ہوگی۔ آنے والے مسیح موعود اور مہدی موعود نے پھر اُمّت کو بھی اور باقی دنیا کو بھی اعتقادی اور عملی اندھیروں سے نکالنا ہے اور جو اس کے ساتھ جڑ جائے گا، جو اسے قبول کرے گا، جو اس سے سچا تعلق رکھے گا، جو دنیا کی لغویات سے بچتے ہوئے اس سے کئے گئے عہد کی پابندی کرے گا وہ پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے جنتوں کی خوشخبری سنے گا۔

پس ایک احمدی کو جہاں اس بات سے تسلی ہوتی ہے وہاں فکر بھی ہے۔ اپنے جائزے لینے کی ضرورت بھی ہے۔ اس نور سے فائدہ اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا (التغابن:10) کی شرط رکھی ہے کہ اللہ پر ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔ پس ہمیشہ اپنے مدنظر یہ بات رکھنی چاہئے کہ کون سا عمل صالح ہے اور کون سا غیر صالح ہے۔ بعض بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً خوشیاں ہیں۔ یہ دیکھنے والی بات ہے کہ خوشیاں منانے کے لئے ہماری کیا حدود ہیں اور غموں میں ہماری کیا حدود ہیں۔ خوشی اور غمی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور دونوں چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ حدود اور قیود ہیں۔

آج کل دیکھیں، مسلمانوں میں خوشیوں کے موقعوں پر بھی زمانے کے زیر اثر طرح طرح کی بدعات اور لغویات راہ پا گئی ہیں اور غموں کے موقعوں پر بھی طرح طرح کی بدعات اور رسومات نے لے لی ہے۔ لیکن ایک احمدی کو ان باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جو کام بھی وہ کر رہا ہے اس کا کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ نظر آنا چاہئے۔ اور ہر عمل اس لئے ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حدود قائم کی ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے ہر کام کرنا ہے۔

مَیں نے خوشی اور غمی کا جو ذکر کیا ہے تو خوشیوں میں ایک خوشی جو بہت بڑی خوشی سمجھی جاتی ہے وہ شادی کی خوشی ہے اور یہ فرض ہے۔ جب بعض صحابہ نے یہ کہا کہ ہم خدا تعالیٰ کی عبادت کی خاطر اپنی زندگیاں تجرد میں گزاریں گے، شادی نہیں کریں گے تو آنحضرت ﷺ نے اسے بُرا منایا اور فرمایا کہ نیکی وہی ہے جو میری سنت پر عمل کرتے ہوئے اور تعلیم کے مطابق کی جائے۔ اور مَیں نے تو شادیاں بھی کی ہیں۔ روزے بھی رکھتا ہوں۔ عبادات بھی کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح حدیث نمبر 5063)۔ اور آپؐ کی عبادات کا جو معیار ہے وہ تو تصور سے بھی باہر ہے۔ پس یہ مسلمانوں کے لئے ایک فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو، کوئی امر مانع نہ ہو تو ضرور شادی کرے۔ لیکن ان میں بعض رسمیں خاص طور پر پاکستانی اور ہندوستانی معاشرہ میں راہ پا گئی ہیں جن کا اسلام کی تعلیم سے کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

اب بعض رسوم کو ادا کرنے کے لئے اس حد تک خرچ کئے جاتے ہیں کہ جس معاشرہ میں ان رسوم کی ادائیگی بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے وہاں یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ شاید یہ بھی شادی کے فرائض میں داخل ہے اور اس کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی۔

مہندی کی ایک رسم ہے۔ اس کو بھی شادی جتنی اہمیت دی جانے لگی ہے۔ اس پر دعوتیں ہوتی ہیں۔ کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ سٹیج سجائے جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ کئی دن دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور شادی سے پہلے ہی جاری ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ کئی ہفتہ پہلے جاری ہو جاتا ہے۔ اور ہر دن نیا سٹیج بھی سج رہا ہوتا ہے اور پھر اس بات پر بھی تبصرے ہوتے ہیں کہ آج اتنے کھانے پکے اور آج اتنے کھانے پکے۔ یہ سب رسومات ہیں جنہوں نے وسعت نہ رکھنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور ایسے لوگ پھر قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ غیر احمدی تو یہ کرتے ہی تھے اب بعض احمدی گھرانوں میں بھی بہت بڑھ بڑھ کر ان لغو اور بیہودہ رسومات پر عمل ہو رہا ہے یا بعض خاندان اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بجائے اس کے کہ زمانہ کے امام کی بات مان کر رسومات سے بچتے۔ معاشرہ کے پیچھے چل کر ان رسومات میں جکڑتے چلے جا رہے ہیں۔

چند ماہ پہلے مَیں نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مہندی کی رسم پر ضرورت سے زیادہ خرچ اور بڑی بڑی دعوتوں سے ہمیں رکنا چاہئے۔ تو اس دن یہاں لندن میں بھی ایک احمدی گھر میں مہندی کی دعوت تھی۔ جب انہوں نے میرا خطبہ سنا تو انہوں نے دعوت کینسل (Cancel) کر دی اور لڑکی کی چند سہیلیوں کو بلا کر کھانا کھلا دیا اور باقی جو کھانا پکا ہوا تھا وہ یہاں بیت الفتوح میں ایک فنکشن (Function) تھا اس میں بھیج دیا۔ تو یہ ہیں وہ احمدی جو توجہ دلانے پر فوری ردّعمل دکھاتے ہیں اور پھر معذرت کے خط بھی لکھتے ہیں۔

لیکن مجھے بعض شکایات پاکستان سے اور ربوہ سے بھی ملی ہیں۔ بعض لوگ ضرورت سے زیادہ اب ان رسموں میں پڑنے لگ گئے ہیں اور ربوہ کیونکہ چھوٹا سا شہر ہے اس لئے ساری باتیں فوری طور پر وہاں نظر بھی آ جاتی ہیں۔ اس لئے اب مَیں کھل کر کہہ رہا ہوں کہ ان بیہودہ رسوم و رواج کے پیچھے نہ چلیں اور اسے بند کریں۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.
Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: ’’ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے‘‘۔(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 70)

آج سے سو سال پہلے یا اس سے زیادہ پہلے اس زمانے میں تو صدہا روپیہ کا خرچ بھی بہت بڑا خرچ تھا۔لیکن آج کل تو صدہا کیا لاکھوں کا خرچ ہوتا ہے اور اپنی بساط سے بڑھ کر خرچ ہوتا ہے۔ جو شاید اس زمانے کے صدہا روپوں سے بھی اب زیادہ ہونے لگ گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ آتش بازی وغیرہ بھی حرام ہے۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 49جدید ایڈیشن)

شادیوں پر آتش بازی کی جاتی ہے۔اب لوگ اپنے گھروں میں چراغاں بھی شادیوں پر کرتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ کر لیتے ہیں۔ایک طرف تو پاکستان میں ہر طرف یہ شور پڑا ہوا ہے ہر آنے والا یہی بتاتا ہے، اخباروں میں بھی یہی آ رہا ہے کہ بجلی کی کمی ہے۔کئی کئی گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے۔اور دوسری طرف بعض گھر ضرورت سے زیادہ اسراف کر کے نہ صرف ملک کے لئے نقصان کا باعث بن رہے ہیں بلکہ گناہ بھی مول لے رہے ہیں۔اس لئے پاکستان میں عموماً احمدی اس بات کی احتیاط کریں کہ فضول خرچی نہ ہو اور ربوہ میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ رکھا جائے۔اور ربوہ میں یہ صدر عمومی کی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی نگرانی کریں کہ شادیوں پر بے جا اسراف اور دکھاوا اور اپنی شان اور پیسے کا جو اظہار ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ غمی کے موقعوں پر جو رسوم ہیں ان سے تو بچے ہوئے ہیں۔ساتواں دسواں، چالیسواں، یہ غیر احمدیوں کی رسمیں ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ جو بعض دفعہ بلکہ اکثر دفعہ یہی ہوتا ہے کہ یہ رسمیں گھر والوں پر بوجھ بن رہی ہوتی ہیں۔لیکن اگر معاشرے کے زیر اثر ایک قسم کی بدرسومات میں مبتلا ہوئے تو دوسری قسم کی رسومات بھی راہ پا سکتی ہیں اور پھر اس قسم کی باتیں یہاں بھی شروع ہو جائیں گی۔

پس ہر احمدی کو اپنے مقام کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔اب یہ فرض ہے کہ صحیح اسلامی تعلیم پر عمل ہو۔ شادی بیاہ کے لئے اسلامی تعلیم میں جو فرائض ہیں وہ شادی کا ایک فرض ہے اس کے لئے ایک فنکشن کیا جا سکتا ہے۔اگر توفیق ہو تو کھانا وغیرہ بھی کھلایا جا سکتا ہے۔ یہ بھی فرض نہیں کہ ہر بارات جو آئے اس میں مہمان بلا کے کھانا کھلایا جائے اگر دُور سے بارات آ رہی ہے تو صرف باراتیوں کو ہی کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ملکی قانون روکتا ہے تو کھانے وغیرہ سے رکنا چاہئے اور ایک محدود پیمانے پر صرف اپنے گھر والے یا جو چند باراتی ہیں وہ کھانا کھائیں۔ کیونکہ پاکستان میں ایک وقت میں ملکی قانون نے پابندی لگائی ہوئی تھی۔ اب کیا صورت حال ہے مجھے علم نہیں لیکن کچھ حد تک پابندی تو اب بھی ہے۔

دوسرے ولیمہ ہے جو اصل حکم ہے کہ اپنے قریبیوں کو بلا کر ان کی دعوت کی جائے۔اگر دیکھا جائے تو اسلام میں شادی کی دعوت کا یہی ایک حکم ہے۔لیکن وہ بھی ضروری نہیں کہ بڑے وسیع پیمانے پر ہو۔ حسب توفیق جس کی جتنی توفیق ہے بلا کر کھانا کھلا سکتا ہے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارا مقصد پیدائش بتایا ہے۔ ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔اگر یہ مدّ نظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔فضول خرچیوں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے۔اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا ایک دوسرے پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے۔لیکن اگر ہم ان چیزوں سے بچیں گے تو ہم حق مارنے سے بھی بچ رہے ہوں گے۔ظلموں سے بھی بچ رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بھی بن رہے ہوں گے۔اور آج احمدی سے بڑھ کر کون ایسے معاشرہ کا نعرہ لگاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوسروں کے حقوق قائم کرنے کی باتیں ہو رہی ہوں۔آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ اتباع رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل بنائے گا۔

پس جب احمدی ہی ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کریم کے نور سے فیض پانے کے لئے زمانہ کے امام کے ہاتھ پر یہ عہد کیا ہے جو شرائط بیعت میں داخل ہے تو پھر اپنے عہد کا پاس کرنے کی ضرورت ہے۔اس عہد کی پابندی کر کے ہم اپنے آپ کو جکڑ نہیں رہے بلکہ شیطان کے پنجے سے چھڑا رہے ہیں۔خدا اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے تحفظ کے سامان کر رہے ہیں۔اپنی فہم و فراست کو جلا بخش رہے ہیں۔اپنی عفت و پاکیزگی کی حفاظت کر رہے ہیں۔اپنی حیا کے معیار بلند کر رہے ہیں۔صبر اور قناعت کی طاقت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اپنے اندر زہد و تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کر رہے ہیں۔اپنی امانت کے حق کی ادائیگی کی بھی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف خالص ہو کر جھکنے کے معیار حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہیں تا کہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر سکیں۔پس اگر اندھیروں سے نکلنا ہے اور نور حاصل کرنا ہے اور زمانہ کے امام کی بیعت کا صحیح حق ادا کرنا ہے تو دنیا داری کی باتوں کو چھوڑنا ہو گا۔اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاق کی طرف لے جانے کے لئے جدوجہد کرنی ہو گی۔

حیا کا معیار بلند کرنے کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔حیا بھی ایک ایسی چیز ہے جو ایمان کا حصہ ہے۔ آج کل کی دنیاوی ایجادات جیسا کہ مَیں نے شروع میں بھی ذکر کیا تھا، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں الٹا کر رکھ دیئے ہیں۔زمانہ کی ترقی کے نام پر بعض ایسی باتیں کی جاتی ہیں، بعض ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا چاہے میاں بیوی ہوں۔بعض حرکتیں ایسی ہیں جب دوسروں کے سامنے کی جاتی ہیں تو وہ نہ صرف ناجائز ہوتی ہیں بلکہ گناہ بن جاتی ہیں۔اگر احمدی گھرانوں نے اپنے گھروں کو ان بیہودگیوں سے پاک نہ رکھا تو پھر اُس عہد کا بھی پاس نہ کیا اور اپنا ایمان بھی ضائع کیا جس عہد کی تجدید انہوں نے اس زمانہ میں زمانے کے امام کے ہاتھ پہ کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ اَلْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ کہ حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان وافضلھا...... حدیث نمبر 59)

پس ہر احمدی نوجوان کو خاص طور پر یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آج کل کی برائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔انہی بیہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اس وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی تعزیر بھی کرنی پڑتی ہے۔ ہمیشہ یہ بات ذہن میں ہو کہ میرا ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بے حیائی ہر مرتکب کو بدنما بنا دیتی ہے اور شرم وحیا ہر حیادار کو حسن وسیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء فی الفحش والتفحش ۔حدیث نمبر 1974)

پس یہ خوبصورتی ہے جو انسان کے اندر نیک اعمال کو بجا لانے اور اس کی تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی شرم دل میں ہو جیسا کہ اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں شرم بخشی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یوں نہیں۔ بلکہ جو شخص شرم رکھتا ہے وہ اپنے سر اور اس میں سمائے ہوئے خیالات کی حفاظت کرے۔(یہ شرم ہے کہ اپنے دماغ میں آنے والے خیالات کی حفاظت کرو)۔ پیٹ اور جو اس میں خوراک بھرتا ہے اس کی بھی حفاظت کرے۔موت اور ابتلا کو یاد رکھنا چاہئے۔جو شخص آخرت پر نظر رکھتا ہے وہ دنیوی زندگی کی زینت کے خیالات کو چھوڑ دیتا ہے۔پس جس نے یہ طرز زندگی اختیار کیا اس نے واقعی خدا کی شرم رکھی۔

(ترمذی کتا ب صفة القیامة والرقائق والورع باب 89/24 حدیث نمبر 2458)

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

پس ذہن میں آنے والے ہر خیال کو اللہ تعالیٰ کی شرم لئے ہوئے آنا چاہئے۔اگر کوئی بد خیال آتا بھی ہے تو اسے فوری طور پر جھٹکا جانا چاہئے۔ استغفار کے ذریعہ سے اس کو جھٹکنا چاہئے۔ جب خیالات پاکیزہ ہوں گے تو عمل بھی پاک ہوں گے۔ پھر لغویات ایسے انسانوں پر کوئی اثر نہیں ڈال سکیں گی۔اسی طرح

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

انسان اپنی روزی کے بھی حلال ذرائع استعمال کرے۔ محنت کرے۔ محنت سے کمائے۔ بجائے اس کے کہ دوسروں کے پیسے پر نظر رکھ کر چھیننے کی کوشش کرے یا غلط طریق سے پیسے کمائے۔ پاکستان وغیرہ میں رشوت وغیرہ بھی بڑی عام ہے یہ سب حلال کی کمائیاں نہیں ہیں۔ آپ نے یہی فرمایا کہ اپنے پیٹ اور اس میں جو خوراک بھرتا ہے اس کی بھی حفاظت کرے۔ پس جائز کمائی سے اپنا بھی اور اپنے بیوی بچوں کا بھی پیٹ پالے اور ایسے ہی لوگ ہیں جو پھر اللہ اور اس کے رسول پر صحیح ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا ہے۔ اللہ کو پانے کے لئے یہ دعا لکھی ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

"اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے راہنما! تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق وصفا اور ہمیں ان راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص وہوا"۔

(پیغام صلح۔روحانی خزائن جلد 23۔ مطبوعہ ربوہ)

پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے، اپنی بیعت کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حقیقی ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اس نبی کے ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیں صحیح راستہ دکھایا۔ ہمیں اچھے اور برے کی تمیز سکھائی۔ اگر اس کے بعد پھر ہم دنیا داری میں پڑ کر رسم و رواج یا لغویات کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے رہیں گے تو ہم نہ عبادتوں کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ نور سے حصہ لے سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ فرمایا۔ کہ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ۔(الأعراف:158) کہ جو اس پر ایمان لانے والے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے۔

گردنوں میں جو پھندے پڑے ہوئے ہیں وہ اتار دیتا ہے۔ جو پھندے پہلی قوموں میں پڑے ہوئے تھے، پہلی نسلوں میں پڑے ہوئے تھے، اپنے دین کو بھول کر رسم و رواج میں پڑ کر یہودیوں اور عیسائیوں نے گلوں میں جو پھندے ڈالے ہوئے تھے اب وہی باتیں بعض مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہیں۔ اگر ہم میں بھی پیدا ہو گئیں تو پھر ہم یہ کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اس وقت آنحضرت ﷺ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ پس یہ طوق ہمیں اتارنے ہوں گے۔

پس اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ہم اس نبی پر بھی ایمان لائے ہیں جس نے ہمارے لئے حلال وحرام کا فرق بتا کر دین کے بارہ میں غلط نظریات کے طوق ہماری گردنوں سے اتارے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ باوجود ان واضح ہدایات کے پھر بھی بعض طوق اپنی گردنوں پر ڈال لئے ہیں۔

لیکن ہم احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت کے بعد اس حقیقت کو دوبارہ سمجھے ہیں کہ یہ طوق اپنی گردنوں سے کس طرح اتارنے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ قبروں پر سجدے سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ پیر پرستی سے عموماً بچے ہوئے ہیں۔ بعض جگہ اِکّا دُکّا شکایات آتی بھی ہیں۔ عمومی طور پر بعض غلط قسم کے رسم ورواج سے ہم بچے ہوئے ہیں لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا بعض چیزیں راہ پا رہی ہیں۔ اگر ہم بے احتیاطیوں میں بڑھتے رہے تو یہ طوق پھر ہمارے گلوں میں پڑ جائیں گے جو آنحضرت ﷺ نے ہمارے گلوں سے اتارے ہیں اور جن کو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتارنے کی پھر نصیحت فرمائی ہے۔ اور پھر ہم دین سے دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ اب ظاہر ہے جب ایسی صورت ہو گی تو پھر جماعت سے بھی باہر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جماعت سے تو وہی جڑ کر رہ سکتے ہیں جو نور سے حصہ لینے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور کتاب سے حصہ لے رہے ہیں۔ جو اللہ اور رسول اور اس کی کتاب سے حصہ نہیں لے رہے وہ نور سے بھی حصہ نہیں لے رہے۔ جو نور سے حصہ لینے کی کوشش نہیں کر رہے وہ ایمان سے بھی دور جا رہے ہیں۔ تو یہ تو ایک چکر ہے جو چلتا چلا جاتا ہے۔ پس ہر وقت اپنی حالتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ جو خود بھی نور تھے اور آسمان سے کامل نور آپؐ پر اترا تھا یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے دل اور میرے دیگر اعضاء میں نور رکھ دے۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذانتبه من اللیل حدیث نمبر 6316)

یہ دعا اصل میں تو ہمیں سکھائی گئی ہے کہ ہر وقت اپنی سوچوں اور اپنے اعضاء کو، اپنے خیالات کو، اپنے دماغوں کو، اپنے جسم کے ہر حصہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق استعمال میں لانے کی کوشش کرو اور اس کے لئے دعا کرو کہ ذہن بھی پاکیزہ خیال رکھنے والے ہوں اور عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم ورواج سے بچنے والے ہوں۔ دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری کوئی بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔

مجلس خدام الاحمدیہ مالی (مغربی افریقہ) کے چوتھے سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: ظفر احمد بٹ۔ مبلغ سلسلہ)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجلس خدام الاحمدیہ مالی (Mali) کو اپنا چوتھا نیشنل اجتماع مورخہ 26,27 دسمبر 2009ء کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اجتماع کا پروگرام شائع کر کے مجالس میں تقسیم کیا گیا، علمی وورزشی مقابلہ جات کی مجالس میں تیاری کروائی گئی۔ اجتماع سے قبل صدر خدام الاحمدیہ مالی اور نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ کے بعض ممبران نے بعض ریجنز کا دورہ کیا اور قائدین کے ساتھ میٹنگ کی جس میں اجتماع کا پروگرام دیا گیا اور اجتماع میں بھرپور حصہ لینے اور مالی قربانی کی تحریک کی گئی۔

امسال بھی اجتماع مشن ہاؤس مالی کی قریبی بڑی گراؤنڈ میں منعقد کیا گیا۔ اجتماع سے تین روز قبل اجتماع گاہ کی تیاری کے لئے وقار عمل شروع کر دیا گیا تھا۔ مورخہ 25 دسمبر کی شام کو ریجنز سے وفود اجتماع گاہ میں پہنچ گئے۔

مورخہ 26/دسمبر کو نماز تہجد اجتماعی ادا کی گئی اور باماکو اور مختلف محلوں کے خدام واطفال اجتماع گاہ پہنچے۔ نو بجے خدام واطفال نے صدر جماعت مالی ومعزز مہمان کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ورد اور نعرہ ہائے تکبیر، احمدیت، اسلام زندہ باد کے ساتھ استقبال کیا اور مالی اور خدام الاحمدیہ کا جھنڈا لہرایا اور دعا کروائی۔

تلاوت قرآن کریم وترجمہ کے بعد خدام کا عہد دہرایا اس کے بعد گروپ کی صورت میں

"ہے دست قبلہ نما لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ"

نظم پیش کی جس کا لوکل زبان میں ساتھ ترجمہ پیش کیا۔ پھر مکرم عمر معاذ صاحب نے افتتاحی تقریر کی جس میں انسان کی پیدائش کا مقصد، عبادت اور نماز کی اہمیت بتائی پھر معزز مہمانوں میں سے جیلی بوگو کے میئر نے جماعت کی خدمات کو سراہا اور دعوت نامے کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مکرم مدیبو کان سیسے صاحب جو وزارت داخلہ کی طرف سے تشریف لائے تھے جو مالی کی تمام NGO کے نگران ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ احمدیت پوری دنیا میں جو اسلام اور انسانیت کی خدمت کر رہی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج سے مَیں احمدیت کے ساتھ ہوں اور مالی کے مختلف ریجنز میں پانچ پانچ ہیکٹرز زمین دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں اور انہوں نے جیلی بوگو کے میئر کو بھی کہا کہ میری آپ سے درخواست ہے کہ ان کو تین ہیکٹرز زمین دیں تا کہ وہ بہتر طور پر کام کر سکیں۔ ان کے اظہار خیال کے بعد میئر دوبارہ سٹیج پر تشریف لائے اور کہا کہ جو آپ نے کہا ہے درست ہے مَیں زمین دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔

اس کے بعد اجتماع کا پروگرام بتایا گیا اور ورزشی مقابلہ جات شروع کروائے گئے۔ دوڑ 100 میٹر، دوڑ 400 میٹر، اور فٹ بال کے ابتدائی میچز کروائے گئے اور اطفال الاحمدیہ کے دوڑ 50 میٹر، تین ٹانگ دوڑ اور چھلانگ کے مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد درس ہوا شام کے کھانے کے معًا بعد علمی مقابلہ جات شروع کروائے گئے۔ امسال علمی مقابلہ جات میں سے تلاوت، اذان، حفظ قرآن، دینی معلومات، تقریر اور پیغام رسانی کے مقابلہ جات کروائے گئے۔ ان تمام مقابلہ جات میں خدام واطفال نے بھرپور حصہ لیا۔

دوسرے روز کا آغاز نماز تہجد باجماعت سے کیا گیا نماز تہجد کے بعد درس دیا گیا۔ درس کے بعد تمام خدام و اطفال نے مین سڑک سے مشن ہاؤس کے سامنے سے گزرتے ہوئے تین کلومیٹر پیدل سفر کیا ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ورد اور نعرہ ہائے تکبیر، احمدیت، اسلام زندہ باد کے نعرہ جات لگائے۔ ناشتہ کے بعد فائنل ورزشی مقابلہ جات شروع کیے گئے۔

ساڑھے بارہ بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ پھر مکرم مدیبو کانوتے صاحب صدر خدام الاحمدیہ مالی نے خدام الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹس پیش کیں اور علمی وورزشی مقابلہ جات کی رپورٹ پیش کی پھر مکرم عمر معاذ صاحب نے خدام کو نصائح کیں اور آخر پر علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کیے گئے اور اختتامی دعا کروائی گئی۔

الحمدللہ مجلس خدام الاحمدیہ مالی کے چوتھے نیشنل اجتماع میں 31 مجالس کے 480 خدام و اطفال نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شاملین کو روحانی فیوض وبرکات کو ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی میں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں احسن رنگ میں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

بقیہ:دورہ حضور انور از صفحہ نمبر 16

کی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔اور یہ تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔فرینکفرٹ کے کئی علاقوں میں مساجد ہیں۔فرینکفرٹ کی پہلی اور صوبہ Hessen کی پہلی مسجد اور چند پرانی مساجد میں سے ایک نور مسجد ہے جو کہ جماعت احمدیہ نے 1959ء میں Sachsen Hausen کے علاقہ میں تعمیر کی اور اس وقت یہ ایک بڑا اہم موقع تھا۔

نور مسجد ایک ایسی جگہ ہے جو سب کے لئے ہے جو بھی دلچسپی رکھتا ہے۔یہاں مہمان نوازی، خندہ پیشانی اور انسانی حقوق، ہر مذہب کی عزت اور مرد و عورت کو برابر درجہ دینے کی جماعت احمدیہ کی بنیادی تعلیمات کو پایا جاتا ہے۔جو بھی آپ کے پاس آتا ہے وہ دوستانہ رنگ میں اور چائے کی پیالی سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

جرمن آئین مذہبی آزادی کا روادار ہے۔مساجد کی تعمیر کے حوالہ سے بحث اور سوئٹزر لینڈ نے مساجد کے میناروں کی تعمیر کے حوالے سے جو ریفرنڈم کروایا ہے اس نے تو اور بھی جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔مَیں جانتا ہوں کہ بعض ایسے خوف اور مسائل ہیں جنہیں ہمیں سنجیدگی سے دیکھنا ہوگا۔یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے آئین کو پکڑ کر رکھیں اور ہر شدت پسند آواز کو ٹھکرا دیں۔

فرینکفرٹ کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو یہ خیالات رکھتے ہوں اور نور مسجد کی جماعت نہ صرف فرینکفرٹ میں بلکہ پورے جرمنی میں مدد کر سکتی ہے۔ آپ نے اپنے ممبرز کو تعمیری کام کرنے والا بنایا ہے۔شہر فرینکفرٹ آپ کی کوششوں کو سراہتا ہے جو آپ نے مسائل کو دور کرنے اور لوگوں کو یکجا کرنے کے لئے کی ہیں۔مَیں آپ کو مسجد نور کی پچاس سالہ تقریبات پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ممبر صوبائی اسمبلی کی تقریر

میئر کے نمائندہ کے ایڈریس کے بعد ممبر صوبائی اسمبلی Gerhard Merz نے اپنا ایڈریس پیش کیا۔

موصوف نے کہا کہ مَیں یہاں صدر SPD جناب Gumbel کے نمائندہ کے طور پر آیا ہوں۔ آپ کو اپنی طرف سے صدر SPD اور SPD ہیسن کی طرف سے مبارکباد دیتا ہوں۔

پچاس سال کسی مذہبی جماعت کے لئے لمبا عرصہ نہیں ہوا کرتا اور پچاس سال کا عرصہ نسبتاً ایک نئی جماعت کے لئے جرمنی میں زیادہ لمبا نہیں ہے۔پس اگر کوئی غلط فہمیاں یا تضاد ہو جائے تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔لیکن مجھے یقین ہے کہ صورتحال مستقبل میں بہت بہتر ہو جائے گی جیسا کہ پچھلے سالوں میں بھی بہتر ہوئی ہے۔موصوف نے کہا مذاہب کی علامتوں پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے پس ایسا کوئی بھی ریفرنڈم کہ مساجد میناروں کے بغیر تعمیر ہوں بالکل قابل قبول نہیں ہے۔

بحیثیت غیر مسلم ہمیں وہ پابندیاں مسلمانوں پر نہیں لگانی چاہئیں جو ہم اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے ۔ اسلام میں بھی آراء کی کثرت ہے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں میں بھی بہت فرقے اور جماعتیں ہیں لہذا ہمیں چند مسلمانوں کی وجہ سے جو اللہ اور محمد (ﷺ) کے نام پر نفرت پھیلا رہے ہیں سب مسلمانوں کو ذمہ دار نہیں ٹھرانا چاہئے ۔ہم عیسائیت کی تاریخ سے جانتے ہیں کہ چند لوگ تھے جنہوں نے اللہ اور مسیح کے نام پر نفرت پھیلائی اور جس طرح انہوں نے اللہ اور مسیح کے نام کا غلط استعمال کیا اسی طرح چند لوگ اللہ اور محمد (ﷺ) کا نام غلط طور پر استعمال کررہے ہیں۔

موصوف نے آخر پر کہا کہ میرے جماعت احمدیہ کے ساتھ Giesen میں بہت اچھے تعلقات ہیں وہاں مجھے وہاں قرآن کریم بھی پیش کیا گیا تھا جو کہ میری کتابوں کی الماری میں بائبل کے ساتھ موجود ہے۔

یورپین ممبر پارلیمنٹ کی تقریر

بعد ازاں ممبر یورپین پارلیمنٹ Mr. Michael Gahler نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ مَیں آپ کو مسجد نور کی پچاس سالہ تقریبات پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔مَیں آپ کی سوشل خدمات اور رفاہ عامہ کے کاموں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ کے Wiesbaden کے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ہم نئے سال کی رات کو شہر کی صفائی کریں گے جرمن معاشرہ کے لئے اظہار تشکر کے طور پر کہ انہوں نے ہمیں یہاں رہنے کی جگہ دی ہے۔

موصوف نے کہا آپ لوگ معاشرہ میں مل جل گئے ہیں اور بہت سارے تو اب جرمن ہیں اور دوسروں کے لئے نمونہ ہیں۔موصوف نے کہا کہ مَیں آج سے دو سال قبل بحیثیت چیف آبزرور الیکشن پاکستان گیا تھا اور ہم نے جو تجاویز پاکستان کے اعتبار سے یورپین پولیٹیکل پالیسی کے لئے تیار کیں ۔ایک تو یہ کہ پاکستان میں ذمہ دار لوگوں سے پوچھا جائے کہ احمدیوں کے ساتھ قانون کیا سلوک کر رہا ہے؟ اور جو مسائل درپیش ہیں ان کا کیا حل ہے۔کیونکہ جمہوریت کی اصلاح کا جو عمل اس ملک میں ہے اس کا ایک حصہ ہے اور اس کو حل کئے بغیر چھوڑا نہیں جا سکتا۔

موصوف نے آخر پر جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ آج اس اہم تقریب میں شمولیت کا موقع فراہم کیا۔

صدر مذہبی کونسل فرینکفرٹ کی تقریر

صدر مذہبی کونسل فرینکفرٹ Mr. Athagoras Siakopolus بھی ڈائس پر آئے اور اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج جب مَیں یہاں آیا تو مَیں نے بہت سے احمدیوں کے سروں پر ٹوپی دیکھی۔مَیں شمالی یونان سے ہوں اور وہاں دو ہزار پانچ سو سال پرانے Mosaics ہیں جو یہ ٹوپی پہنتے ہیں اور یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اسکندر اعظم یہ ٹوپی افغانستان، پاکستان میں لایا تھا اور جو آج تک ہے۔کلچرل اور مذہبی چیزوں کا تبادلہ تاریخ میں بہت پرانا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس طرح اکٹھا رہا جا سکتا ہے۔موصوف نے کہا کہ مذہبی کونسل فرینکفرٹ کی طرف سے ہم آپ کو نور مسجد کے پچاس سال پورے ہونے پر مبارکباد دیتے ہیں ۔ہمیں خوشی ہے کہ آپ پچاس سال پیچھے تک اپنی موجودگی کو دیکھ سکتے ہیں۔آپ کا 'خدا کا گھر' نہ صرف اندر سے بلکہ باہر سے بھی اسلامی طرز کا ہے اور فرینکفرٹ میں سب سے پرانا ہے۔آپ نے اس اعتبار سے ابتدا کی ہے اور آغاز کیا ہے۔

موصوف نے کہا پچھلے ہفتوں میں اخلاقی طور پر ایک بات پر بحث ہوئی کہ کس حد تک معاشرہ میں مذہب کا کردار ہونا چاہئے۔مذہبی آزادی کی حد کیا ہے؟ ہماری ایک میٹنگ میں جہاں ہم آپ کے مہمان تھے اور آپ نے بہت عمدہ مہمان نوازی کی اور انتہائی مزیدار کھانا کھلایا جسے بھلایا نہیں جا سکتا ۔آپ نے ہمیں نور مسجد کے پچاس سال پہلے افتتاح کے متعلق بتایا تھا اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ ہماری کونسل کے سب سے بڑی عمر کے ممبر جو کہ ہندو کمیونٹی سے ہیں اور ان کا نام Mr.Auora ہے مسجد نور کے افتتاح کے موقع پر آج سے پچاس سال پہلے موجود تھے اور اس وقت بھی مذاہب کے مابین ایک ملاقات ہی تھی جیسا کہ آج کل عموماً ہوتی ہے۔

موصوف نے کہا کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے غلط فہمیوں اور خوف کو دور کرنے کے لئے اور انصاف قائم کرنے کے لئے اور امن کے قیام کے لئے۔فرینکفرٹ شہر میں ہماری کونسل اسی مقصد کے لئے کام کرتی ہے اور ہم خوش ہیں کہ آپ بھی اس میں حصہ لیتے ہیں۔

موصوف نے آخر پر کہا ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ کے بہت فضل آپ پر نازل ہوں اور مجھے امید ہے کہ اگلے پچاس سال میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل آپ کے ساتھ رہیں گے۔مَیں بحیثیت Orthodox عیسائی ہونے کے ایک اور آرتھوڈکس چرچ بنانے جا رہے ہیں یہ گنبد اور صلیب کے نشان کے ساتھ فرینکفرٹ میں بنے گا۔آخر میں مَیں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

تشہد و تعوذ کے بعد حضور انور ایداللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

معزز مہمانان کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی اور فضل نازل کرے۔

سب سے پہلے میں ان مہمان کرام کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو آج یہاں فرینکفرٹ میں ہماری 'نور مسجد' کی پچاس سالہ تقریب میں شامل ہوئے ہیں۔ آپ کا یہاں آنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کھلے ذہن کے مالک لوگ ہیں کیونکہ آپ لوگ اس حقیقت کے باوجود آئے ہیں کہ آج کل سوسائٹی میں اسلام مخالف تحریکات نے زور پکڑا ہوا ہے۔یہ تحریکات صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں ہیں بلکہ خود اسلام کے خلاف بھی ہیں ۔معزز مہمان کرام کی تقاریر نے میرے ان خیالات کو تقویت دی ہے کہ آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہیں وسیع الذہن لوگ ہیں ۔بہرحال مخالفین اسلام کی یہ تحریکات اسلام کو ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کرتی ہیں جو متشدد ہے بلکہ یہ امر حقیقت سے بالکل متصادم ہے۔جب وہ لوگ جو اسلام سے حقیقی واقفیت نہیں رکھتے ایسی چیزیں سنتے ہیں، جب وہ دہشتگردی ، مسلم خودکش حملہ آوروں یا سخت گیر متشدد خیالات کے حامل لوگوں کی خبریں سنتے ہیں تو اسلام کی پہچان ان کے نزدیک ایک ایسے پرتشدد مذہب کے طور پر بن جاتی ہے جو دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔اور مسلمان ان کے نزدیک ایک ایسی قوم بن جاتے ہیں جو نفرت کا پرچار کرنے والے ہیں اور اپنے سوا کسی کو قابل اہمیت نہیں گردانتے۔مزید برآں وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ صرف اسلامی تعلیمات ہی ہیں جن سے امن عالم کو خطرہ لاحق ہے۔مجھے خوشی ہے کہ آپ جو میرے سامنے یہاں بیٹھے ہیں ان خیالات کے حامل نہیں مگر دنیا میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو انہیں سچ مانتے ہیں۔ افسوس کہ ان غلط خیالات نے اب کافی قوت پکڑ لی ہے۔اب مَیں آپ کے سامنے ان غلط اوہام میں سے چند کا حقیقی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ازالہ کروں گا۔جس طرح مَیں نے پہلے کہا ہے کہ آپ کا ان الزامات کے باوجود یہاں آنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ یک طرفہ کہانی سننے کی بجائے انصاف کی اصل روح کے مطابق یہ جاننا چاہتے ہیں کہ احمدیہ مسلم جماعت اسلامی تعلیمات کی کیا تشریح کرتی ہے۔مَیں نے ہمیشہ کہا ہے کہ مَیں اس بات کو تسلیم کرنے سے نہیں شرماتا کہ بعض متشدد مسلمان گروہوں نے دنیا میں ایک فساد برپا کر رکھا ہے تاہم امن کا یہ فقدان زیادہ تر انہیں ممالک میں ہے جہاں یہ فسادی خود بستے ہیں بہ نسبت یورپ یا دنیا کے دوسرے ممالک کے ۔اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لڑائی کسی مذہب کے خلاف نہیں بلکہ یہ ایک مفاد پرست ٹولہ ہے جو مذہب کے نام پر فساد پھیلاتا ہے اور حملے کرتا ہے ۔اگر آپ حالات کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان مفاد پرست لوگوں نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کی نسبت مسلمانوں کا کئی گنا زیادہ خون بہایا ہے۔غیر مسلم وہی ہیں جنہوں نے اپنی افواج کو بظاہر امن قائم کرنے کی غرض سے ایسے اسلامی ممالک میں بھیجا ہوا ہے۔مَیں اس موقع پر اس بحث میں نہیں جانا چاہتا کہ آیا ایسی فوجی مدد صحیح ہے یا نہیں یا پھر یہ کہ مغربی قوتوں کا دہشتگردوں کے مستقبل کے بارہ میں لائحہ عمل درست بھی ہے کہ نہیں۔ نہ ہی مَیں فی الوقت پاکستان، افغانستان یا پھر عراق کی جغرافیائی اہمیت کے بارہ میں کہنا چاہتا ہوں ۔نہ یہ کہ دہشتگرد ان علاقوں میں تسلط کے درپے کیوں ہیں اور دہشتگردی کے خلاف اس جنگ کا آخری حل کیا ہوگا۔یہ سب اپنی ذات میں علیحدہ موضوعات ہیں جن پر بات کرنا مَیں اس موقع پر مناسب نہیں سمجھتا۔

مگر بحیثیت احمدیہ مسلم جماعت کے سربراہ کے مَیں آپ لوگوں کے سامنے اسلام کے بارے میں ان غلط فہمیوں کا ازالہ اسلام کی اصل تعلیم کی روشنی میں کرنا چاہتا ہوں اور اسلام کی وہ حقیقی اور خوبصورت شکل پیش کرنا چاہتا ہوں جسے ہم مانتے ہیں۔اب مَیں قرآن کی بنیاد پر امن عالم کے حوالہ سے چند اسلامی تعلیمات بطور مثال پیش کروں گا۔

اگر مختلف مذاہب کے درمیان پائی جانے والی نفرتوں کی وجہ پر غور کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ جب یہ لوگ ایک دوسرے کے بانیان مذاہب کا انکار کرتے ہیں، ان پر ٹھٹھا کرتے ہیں تو وہ پھر ان رسم و رواج کی بھی تحقیر کرنے لگ جاتے ہیں جن کا تعلق بالواسطہ ان بانیان مذاہب سے ہوتا ہے۔

آیئے اب ہم دیکھیں کہ اسلام دوسرے مذاہب کے پیغمبروں یا ان کے مذاہب کے بارے میں ہمیں کیا تعلیم دیتا ہے۔سور آل عمران ایت 85 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو کہہ دے ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم پر اتارا گیا اور اسمٰعیل

پراوراسحاق پراوریعقوب پراور(اس کی)نسلوں پراور جو موسیٰ اور عیسیٰ کواور جو نبیوں کوان کے ربّ کی طرف سے دیا گیا۔ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم ۔اگر ایک مسلمان اللہ کی اطاعت کا دعویٰ کرتا ہے تو تمام انبیاء پر ایمان رکھنے کا پابند ہے۔اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ اس نے اصلاح انسانیت کی غرض سے تمام قوموں میں انبیاء مبعوث فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک کا نام اللہ نے قرآن میں بیان کیا ہے۔پس اس طریق سے اسلام نے تمام پیشوایان مذاہب کو قابل عزت قرار دے کر امن، رواداری اور ہم آہنگی کی بنیاد ڈالی ہے۔

جب ہم اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جب مکّہ میں شدید مخالفت کی وجہ سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تو کفار مکہ نے تب بھی ان کو نہیں چھوڑا اور ان کی مخالفت جاری رکھی۔ انہوں نے حملے کر کے مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو جنگ کی اور اپنے دفاع کی اجازت دی۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ الحج ایت 40-41 میں اس طرح فرمایا ہے۔

’ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے ۔یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں اللہ ہمارا ربّ ہے۔اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع ان میں سے بعض کو بعض دوسروں کو بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔اور یقیناً اللہ اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ یہ صرف اسلام کے ہی حقوق نہیں تھے جن کی حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے۔مسلمانوں کو صرف یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کریں بلکہ مشرکین کے ان گندے ارادوں کے تدارک کا حکم ہے کہ اگر ان کو روکا نہ جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ ظالم اس قدر سرکشی اختیار کر لیتے کہ دیگر مذاہب بھی ان کی زد سے محفوظ نہ رہتے۔مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ تمام دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کے تقدس کی حفاظت کریں۔اور انہیں یہ سکھایا گیا ہے کہ اس حکم کے تحت اگر انہیں دیگر مذاہب کی مدد بھی کرنا پڑے تو وہ ضرور کریں ۔اور اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ ایسا کریں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔

خدا تعالیٰ نے آغاز سے ہی یہ حکم دیا کہ اگر ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے تمہیں جنگ لڑنا پڑے تو تم اس سے اعراض مت کرنا۔اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ نبی کریم ﷺ کے 313 صحابہ جن کے پاس جنگ کے لئے کافی سامان نہ تھا، وہ اپنے سے تین گنا بڑے دشمن سے جس کے پاس سامان حرب بھی خوب تھا، نہ صرف لڑے بلکہ اسے شکست بھی دی ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا سچ کا ساتھ دیتا ہے۔اگر کوئی مسلمان ان تعلیمات کے برخلاف کام کرتا ہے تو وہ اللہ کے حکم کی بھی صریحاً نافرمانی کرتا ہے۔ان تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دل سے فیصلہ کریں کہ آیا کیا اسلام کے خلاف واقعی کوئی حقیقی اعتراض بنتا ہے؟ کیا چند مٹھی بھر مسلمانوں کی ایسی حرکات جو انہوں نے اپنے ذاتی اغراض کو مدنظر رکھ کر کی ہیں، عالم اسلام کو تکلیف دینے کا جواز فراہم کرتی ہیں؟ یقینی طور پر کوئی بھی شریف النفس شخص جو امن علم کی خواہش رکھتا ہے اس کا دل نہیں چاہے گا کہ وہ کسی کے لئے بھی کوئی پریشانی کھڑی کرے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے اور آپ سب بھی جانتے ہیں کہ آج ہم اپنی مسجد ’مسجد نور‘ کی پچاس سالہ تقریب منعقد کر رہے ہیں ۔اس مسجد سے گزشتہ پچاس سالوں سے اس پیغام کی اشاعت ہوتی رہی ہے کہ مساجد محبت ،امن، رواداری اور خدائے واحد کی عبادت کا مرکز ہوتی ہیں۔

جرمنی میں احمدیہ مسلم جماعت کی مساجد کی تعداد 35 سے 40 تک پہنچ چکی ہے۔آپ ان میں سے کسی ایک مسجد سے بھی کبھی نفرت انگیز آواز یا پکار نہیں سنیں گے یا ان لوگوں کی آواز جو فساد پھیلاتے ہیں۔اگر کوئی آواز بلند ہوتی ہے تو وہ خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلانے اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی پکار ہے۔اور یہ صرف جرمنی میں ہی نہیں جماعت احمدیہ کی ہزاروں مساجد پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں کسی ایک مسجد سے بھی نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے نہ ہی ایسا کبھی ہوا ہے کہ وہاں سے نفرت پھیلائی گئی ہو یا پھر فساد خواہ معمولی ہو، پیدا کیا گیا ہو۔

مگر بہت افسوس سے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ مغرب میں بعض ممالک میں بعض طبقات کی طرف سے ایک سوچ پروان چڑھائی جا رہی ہے کہ تمام مسلمانوں کو بلا امتیاز دہشت گرد گردانا جا رہا ہے۔اور اسلام کو ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جو دہشتگردی کا درس دیتا ہے۔وقتاً فوقتاً ایسی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ اس کی تازہ مثال سوئٹزر لینڈ میں ہونے والا حالیہ ریفرنڈم ہے جس کا ذکر دو معزز مقررین نے بھی کی ہے جس میں مساجد کے میناروں پر پابندی لگائی گئی ہے۔اخبارات کی اطلاع کے مطابق پابندی کے حق میں ووٹ ڈالنے والوں کی اکثریت سوئٹزر لینڈ کی جرمن زبان بولنے والی آبادی تھی۔مَیں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح مساجد کی بناوٹ یا شکل بدلنے سے آپ ان لوگوں کے کردار کو بدل سکتے ہیں جو وہاں عبادت کی غرض سے آتے ہیں۔اگر بالفرض ہم یہ مان بھی لیں کہ مساجد نفرت کی ترویج کی جگہیں ہیں تو بھی میناروں پر پابندی سے کیا نفرت کی یہ تعلیم یک لخت رک جائے گی؟ یہ نفرتیں اور کدورتیں اس طریق پر رُکیں گی نہیں بلکہ ایسی پابندیاں مسلمانوں کی اکثریت جو امن پسند ہے اس میں بے چینی پھیلانے کا سبب بنے گی۔ان کے جذبات کو ان اقدام سے مجروح کیا گیا ہے۔ایک طرف تو وہ یعنی مغربی حکومتیں دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ سیکولر ہیں دوسری طرف وہ مذہبی آزادی پر پابندی لگاتی ہیں۔اس طریق سے انہوں نے شدت پسندی کا مقابلہ شدت پسندی سے کرنے کی کوشش کی ہے۔اگر ایسے بے حکمت حل عمل میں لائے جائیں گے تو ان کا ردّ عمل اتنا ہی حکمت سے عاری ہوگا۔

احمدیہ مسلم جماعت نے خلافت کے زیر سایہ کبھی بھی غلط انداز سے اپنا ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ہم گالیوں کا جواب دعا سے دیتے ہیں۔بعض مسلم ممالک میں ہماری مساجد پر مینار اور محراب بنانے پر پابندی ہے مگر اس کے باوجود ہم خاموش ہیں تاہم غیر احمدی مسلمان اس پر جارحانہ ردعمل دکھا سکتے ہیں جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے۔

پس مَیں آپ سے، جرمنی کے تعلیم یافتہ طبقے سے یہ درخواست کروں گا کہ اپنے ہمسایوں سے اچھی باتیں تو سیکھیں مگر بری باتیں نہیں ۔مساجد کے مینارے تو روشنی پھیلانے کی علامت ہیں جن سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور کوئی اس کے علاوہ عبادت کے لائق نہیں۔ محمد(ﷺ) اس کے رسول اور بندے ہیں ۔مسجد کی طرف آؤ عبادت کے لئے کیونکہ آپ دنیا میں امن صرف اپنے خالق کے ساتھ ،اللہ کے ساتھ تعلق استوار کر کے ہی قائم کر سکتے ہیں اور کامیابی کی طرف آؤ کیونکہ صرف خدا کی عبادت اور دنیا میں امن قائم کر کے ہی کامیابی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔پس یہ ہے میناروں کا مقصد۔اور اگر کوئی اور آواز اس کے علاوہ اس سے بلند ہوتی ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ ایسے مجرموں کو سزا دے نہ کہ ایسے چند گمراہ افراد کی وجہ سے باقی تمام امن پسند افراد کو سزا میں مبتلا کیا جائے ۔دنیا میں امن اس طرح قائم نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً اس عمل سے نفرت کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ نفرت کی ان دیواروں کو گرانے کے لئے قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ:۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو (المائدہ آیت 9)۔

یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ اگر کبھی افراد یا قوموں کے باہمی تعلقات میں کھچاؤ آ جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ تم انصاف کے تقاضوں سے پھر جاؤ۔اگر تم انصاف سے پھرو گے تو تم نیکی سے بھی دور ہو جاؤ گے۔اور جو نیکی سے دور ہٹتا ہے اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ایسے شخص کے اعمال خدا کے لئے نہیں ہوتے کیونکہ خدا کہتا ہے اگر تم میرے پاس آنا چاہتے ہو تو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق ادا کرو حتی کہ تمہارے دشمن کو بھی تم سے بے جا تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔

ایک اور موقع پر قرآن مجید فرماتا ہے کہ زخم کا بدلہ بھی صرف اسی قدر زخم ہے مگر اگر کوئی معاف کر دے اور یہ معاف کرنا اصلاح کا باعث ہو تو یہی بہتر ہے۔ کیونکہ ایسے معاف کرنے والے کو اجر خدا تعالیٰ خود دیتا ہے۔ یہ ہیں وہ طریق جو اسلام نے ہمیں بتلائے ہیں جن سے معاشرے میں اصلاح ہو سکتی ہے اور جن پر چل کر امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہمارے عقائد کے مطابق اسلام کے احیاء نو کے لئے اللہ تعالیٰ نے بانیٔ احمدیہ مسلم جماعت کو مبعوث فرمایا ہے جنہوں نے محبت، رواداری اور امن کا درس دیا اور مذہبی انتہا پسندی اور جنگوں کا خاتمہ کیا۔آپ نے ہمیں بتلایا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ عمل اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے کہ کسی کو مشرکوں کے بتوں تک کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشرک تمہارے خدا کے بارہ میں کوئی غلط بات کہہ دیں اور معاشرے کا امن خراب ہو جائے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ کسی مذہب کے پیشوا یا مذہبی رسوم کے خلاف بولنا نفرتیں پیدا کرتا ہے اور امن تباہ کرتا ہے۔آج دنیا پہلے ہی کئی مسائل میں گھری ہوئی ہے۔معاشی اور سماجی مسائل نے پہلے ہی بہت پریشانیاں کھڑی کی ہوئی ہیں اور یہ حالات بذات خود فساد پیدا کرنے کی جڑ ہیں۔ان مسائل میں مذہب کو ڈالنا ہوشمندانہ فیصلہ نہیں ہے۔جب کہ ہمیں علم بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے مذموم مقاصد کے ساتھ ہر وقت فساد کرنے کے مواقع تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

پس اس تقریب کے حوالہ سے مَیں یہ درخواست کروں گا کہ معاشرے میں امن کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔آج کے زمانہ میں دنیا تجارت ،میڈیا اور تیز ذرائع آمدورفت کی وجہ سے ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ پس ہر ملک میں تمام مذاہب کو مکمل آزادی ہونی چاہئے بشرطیکہ ملک کا امن متاثر نہ ہو۔کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی طور طریق پر عمل کرنے کی مکمل اجازت ہونی چاہئے۔اگر حکومتیں مذہب میں دخل اندازی کریں گی تو پھر یہ مداخلت آج کی مہذب دنیا میں ان کے ان دعووں کی نفی کرے گی کہ وہ سیکیولر ہیں اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے والی ہیں۔

میں اپنی تقریر اب یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک کو اپنے خالق اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی کوش کرنی چاہئے نہ کہ دوسرے انسانوں کے حقوق غصب کئے جائیں۔تا دنیا میں امن قائم ہو۔آخر میں مَیں آپ سب کا جنہوں نے اس تقریب میں شرکت کی اور اپنی فراخدلی ثابت کی ،ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

حضور انور ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطاب کا مہمانوں پر گہرا اثر ہوا۔ **(باقی آئندہ)**

۞ ۞ ۞ ۞

رغبت دل سے ہو پابند نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو
پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ وصدقہ
فکرِمسکیں رہے تم کو غم ایام نہ ہو
عادت ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشق صنم لب پہ مگر نام نہ ہو
(کلام محمود)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ملّی خدمات

تحریک خلافت کے دوران حضرت مصلح موعودؓ کی راہنمائی

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد۔ ربوہ)

(تیسری قسط)

23/ مارچ 1920ء کو میرٹھ کے مقام پر خلافت کانفرنس بڑے دھوم دھام سے منعقد کی گئی۔ گاندھی جی ان دنوں میں اس تحریک میں بہت سرگرم تھے۔ انہوں نے میرٹھ کی کانفرنس میں یہ فیصلہ سنایا کہ اگر اتحادیوں نے فیصلہ ترکی کے خلاف سنایا تو ہمیں انگریز حکومت سے عدم تعاون کرنا ہوگا۔ تمام سرکاری خطابات اور سول اور فوجی اور پولیس کی نوکریوں سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی۔ پھر ٹیکس اور دوسری سرکاری واجب الادا رقوم کی ادائیگی سے انکار کیا جائے گا۔ جگہ جگہ جلسے جلوس کئے جارہے تھے اور ان میں پرجوش نعرے بلند کئے جارہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پہلے ہی متنبہ فرمایا تھا کہ بڑے کام محض جلسے جلوسوں سے نہیں ہوتے لیکن ایک جوش کے عالم میں یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔ اور اب یہ کام غیر منظّم اور بے ہنگم طریق پر کیا جا رہا تھا۔ یہ بات اتنی بڑھی کہ خود اس تحریک کے ایک بڑے قائد مولوی عبدالباری فرنگی محل صاحب کو اعلان کرنا پڑا کہ بلاضرورت اور دیکھا دیکھی یہ کانفرنسیں نہ کی جائیں بلکہ اب یہ سلسلہ موقوف کرنا بہتر ہوگا۔ اور کہا کہ میں بھی صرف اس صورت میں ان کانفرنسوں میں شریک ہوں گا اگر اس سے کوئی فائدہ ہو۔

ایک طرف تو یہ جوش وخروش جاری تھا اور پورے ملک میں جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف ہندوستان کے مسلمانوں کے راہنما ان کی غلط راہنمائی کر کے انہیں ایک اور مشکل میں ڈال رہے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، بعض لیڈروں نے یہ فتویٰ دے دیا کہ ان حالات میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر جائیں۔ ہجرت کی اس تحریک کے حالات یہ تھے کہ اب تک یہ بھی پوری طرح تعین نہیں ہوسکا کہ اس کو شروع کرنے والا کون تھا؟ جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان اپنا سب کچھ چھوڑ کر ہندوستان سے باہر چلے گئے اور ان کو کسی مسلمان ملک میں بھی باعزت ٹھکانہ نہ مل سکا۔ بعض کہتے ہیں اس تحریک کا نقطہ آغاز ابوالکلام آزاد کا فتویٰ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مولوی عبدالباری فرنگی محل نے دیا تھا۔

ابوالکلام آزاد صاحب نے فتویٰ دیا:

”تمام دلائلِ شرعیہ حالاتِ حاضرہ مصالح مہمہ اُمت اور مقتضیات و مصالح پر نظر ڈالنے کے بعد پوری بصیرت کے ساتھ اس اعتقاد پر مطمئن ہو گیا ہوں کہ مسلمانانِ ہند کے لئے بجز ہجرت کوئی چارہ شرعی نہیں ہے۔ ان تمام مسلمانوں کے لئے جو اس وقت سب سے بڑا اسلامی عمل انجام دینا چاہیں ضروری ہے کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر جائیں۔“

پھر اس بات کا جواز پیدا کرنے کے لئے کہ ان جیسے احباب اپنا قیام ہندوستان میں ہی رکھیں ابوالکلام آزاد صاحب نے فرمایا:

”البتہ جن لوگوں کی نسبت ظنِ غالب ہو کہ مقصد کی جدو جہد اور کلمہ حق کے اعلان و تذکیر کے لیے ان کا قیام ہندوستان میں بمقابلہ ہجرت زیادہ ضروری ہے یا جو لوگ دیگر عذرات مقبولہ شرع کی بنا پر ہجرت نہ کرسکیں یا ایک اتنی بڑی وسیع آبادی کی نقل وحرکت میں قدرتی طور پر جو تاخیر ہونی چاہئے اس کی وجہ سے تاخیر ہو سو بلاشبہ وہ لوگ ٹھہر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی تمام قوتیں اتباعِ شرع کے لئے وقف کر دینی چاہئیں۔“

اس کے ساتھ ابوالکلام آزاد صاحب نے یہ بھی کہا کہ ہجرت سے پہلے ہجرت کی بیعت ہے بغیر بیعت کے ہجرت نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے ساتھی اس وقت اس بات کی کاوشیں بھی کر رہے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان ابوالکلام آزاد صاحب کی باقاعدہ بیعت کرلیں۔

ہندوستان کے ہزاروں مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ بہت سے مسلمانوں کو کچھ لوگ ہجرت کے فتاویٰ دکھاتے اور یہ سبز باغ بھی دکھاتے کہ وہاں تمہیں ہر طرح کی راحت ملے گی اور تم مالدار ہو جاؤ گے اور چین کی زندگی گذارو گے۔ پہلے تو کابل میں حضوری باغ میں انہیں جگہ دی گئی۔ لیکن جلد ہی طرح طرح کی مشکلات نے انہیں آن گھیرا۔ ان کے اثاثے فروخت ہونے لگے۔ کابل کے بعض بداخلاق لوگوں نے ان کی پردہ پوش عورتوں پر آوازیں کسنی شروع کیں۔ جب جگہ کم ہوئی تو انہیں افغانستان کے دوسرے شہروں کی طرف جانے کا حکم سنایا گیا۔ کچھ بدخشاں اور ترکستان گئے مگر وہاں بھی مالی مشکلات کی وجہ سے پنپ نہ سکے اور انہیں واپس آنا پڑا۔ کابل کے لوگوں نے مہاجروں کی سخت مخالفت شروع کی۔ ایک مرحلہ پر ان ہندوستانیوں نے جب ایران جانے کی کوشش کی تو دونوں طرف کھڑے افغان یہ آوازیں لگا رہے تھے 'مارو ان ہندوستانیوں کو یہ چور ہیں۔ بہرکیف بہت سی مشکلات کا شکار ہونے کے بعد ان لوگوں کو جو افغانستان چلے گئے تھے اپنا بہت کچھ برباد کرنے کے بعد واپس ہندوستان آنا پڑا اور یہ سب کچھ ان کے راہنماؤں کی غلط راہنمائی کی وجہ سے تھا جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے اس مہم کو ہوا دے دی تھی۔ کسی نے یہ تکلف بھی نہیں کیا کہ افغانستان کی حکومت سے رابطہ کر کے یہی پوچھ لے کہ کیا وہ کروڑوں مسلمانوں کو اپنے وطن میں بسنے کی اجازت دے گی بھی کہ نہیں اور نہ ہی کسی نے یہ جائزہ لیا کہ یہ ملک ایک طویل عرصہ اس قسم کا دباؤ اور بوجھ برداشت بھی کر پائے گا کہ نہیں۔ بس امیر افغانستان کی طرف سے ایک ہمدردانہ بیان آیا اور تفصیلات طے کئے بغیر اس تحریک کو ہوا دے دی گئی۔

(تحریکِ خلافت مصنفہ قاضی محمد عدیل عباسی ،،ناشر قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان ،نئی دہلی صفحہ117 تا 139)

بہر حال اب وہ وقت آ رہا تھا جب اتحادیوں کے تمام ارادے ظاہر ہو جانے تھے۔ اب تک تحریک خلافت کی زیادہ تر کاوشیں اس بات کے اردگرد گھوم رہی تھیں کہ ترکی کے سلطان عالمِ اسلام کے نزدیک خلیفہ ہیں۔ اور ان کے عقائد کے مطابق یہ ضروری تھا کہ ایک وسیع علاقہ ان کے ماتحت ہو۔ اور اس غرض کے لئے وہ تمام ممالک جو پہلے سلطنتِ عثمانیہ کے ماتحت تھے اسی کے ماتحت رکھنے چاہئیں۔ واضح رہے کہ ان ممالک میں حجاز، فلسطین، عراق اور شام کے علاقے بھی شامل تھے۔ لیکن اتحادی قوتیں کچھ اور ہی ارادے بنا کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ترکی کے اپنے علاقے بھی کسی نہ کسی عیسائی ملک کو سونپ دینا چاہتی تھیں۔ اور اس طرح ترکی کے اپنے علاقے بھی اس کے ہاتھ سے نکل جانے تھے۔ کچھ سالوں قبل یہ ایک ایسی سلطنت تھی جس کے ماتحت بہت سے ممالک تھے۔

اب ان ارادوں کے خدو خال سامنے آنے لگے تھے۔ ایشیا میں عراق، فلسطین اور اردن کے علاقے سلطنتِ عثمانیہ سے الگ کر دیئے گئے اور ان پر برطانوی مینڈیٹ قائم کیا گیا۔ شام اور لبنان کو بھی ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور ان پر فرانسیسی مینڈیٹ قائم کیا گیا۔ عراق اور شام کو عارضی آزادی دینے کا اعلان کیا جا رہا تھا لیکن مینڈیٹ رکھنے والی طاقتیں ان کو حسبِ ضرورت مشورے دیں گی۔ حجاز کو بھی سلطنتِ عثمانیہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور یہ آزاد حیثیت میں آ گیا۔ بین الاقوامی گارنٹی میں آرمینیا کو آزاد حیثیت دے دی گئی۔ ترکی میں شامل کردستان کو خودمختاری دی گئی۔ سمرنا کو یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ یوروپی علاقوں میں مشرقی تھریس کے کچھ علاقے اور بعض Aegean Islands کو یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ Rhodes اور Dodecanese کو اٹلی کے حوالے کر دیا گیا۔ ان سب کے علاوہ اتحادی طاقتوں کو ترکی کے مالی معاملات میں مداخلت کا اختیار بھی مل رہا تھا۔ ابھی معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے تھے لیکن یہ ارادے مشتہر کر دیئے گئے تھے۔ یہ سن کر تمام مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ فیصلہ ہوا کہ جون کے شروع میں الہ آباد میں مشورے کے لئے جلسہ منعقد کیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مولوی عبدالباری فرنگی محل کی طرف سے مشورہ کے لئے اس جلسہ میں شامل ہونے کا دعوت نامہ ملا۔

حضور نے اس میں خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ اپنا پیغام تحریر کر کے اس کانفرنس میں بھجوایا۔ یہ مضمون بعد میں ”معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ“ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے آغاز میں حضور نے تحریر فرمایا:

”اگر میری شمولیت اس جلسہ میں کسی طرح بھی نفع رساں ہوسکتی اور مجھے امید ہوتی کہ میرا بذات خود حاضر ہونا میرے اہل وطن اور میرے بھائیوں کے لئے کسی طرح بھی مفید ہوسکتا ہے تو میں سو کام چھوڑ کر بھی اس اہم اور وسیع الاثر معاملہ میں اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا۔ لیکن چونکہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے جلسوں میں ایسے اشخاص کو جنہیں ذرہ بھر بھی اختلافِ رائے ہو بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس لئے میرا بذاتِ خود آنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ مگر دوسری طرف چونکہ اپنے بھائیوں کی ہمدردی اور ان کی خیرخواہی ...... کا جوش مجھے اس بات پر بھی مجبور کرتا ہے کہ کوئی سنے نہ سنے۔ میں اپنا مشورہ ان تک پہنچا دوں میں اس تحریر کے ذریعہ اپنے خیالات سے اس موقع پر جمع ہونے والے احباب کو آگاہ کرتا ہوں اور چند معزز دوستوں کے ہاتھ اس تحریر کو ارسال کرتا ہوں کہ تا جن دوستوں کے دلوں پر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریر کا کوئی اثر ہو وہ زبانی بھی میرے قائمقاموں سے اس میں درج شدہ مسائل پر تبادلہ خیالات کرسکیں۔“

حضور نے تحریر فرمایا کہ مَیں نے گذشتہ ستمبر میں تحریر کے ذریعہ اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اس تحریک کی بنیاد اس بات پر رکھنی چاہئے کہ سلطان ترکی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے نزدیک خلیفہ ہیں اور باقی مسلمان بھی ان سے مسلمان بادشاہ ہونے کی وجہ سے ہمدردی رکھتے ہیں تو کوئی فرقے اپنے آپ کو اس تحریک سے علیحدہ نہ رکھتے۔ اور اس وقت جب کہ عرب ترکوں سے صلح کے لئے آمادہ ہو رہے تھے انہیں یہ کہنے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ خلافت صرف قریش کے لئے مخصوص ہے۔ اور اگر یہ تجویز قبول کر لی جاتی تو عرب کے وہابی فرقہ کو بھی اس تحریک میں شامل ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اور اس بنیاد پر یہ مطالبہ کیا جا سکتا تھا کہ مسلمانوں کے جذبات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ترکی سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے جس طرح دوسری عیسائی حکومتوں سے کیا گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے حضور نے ستمبر 1919ء کی کانفرنس میں یہ پیغام بھجوایا تھا کہ پہلے اپنے موقف کے حق میں دلائل جمع کرنے چاہئیں اور پھر مختلف ممالک میں مستقل طریق اپنے موقف کو پہنچایا جائے۔ حضور نے اس دوسرے پیغام میں فرمایا کہ اس مشورہ پر صحیح طرح عمل نہیں کیا گیا۔ حضور نے تحریر فرمایا:

”اور اگر اس کام کو تکمیل پر پہنچانے کے متعلق جو بات میں نے لکھی تھی اس پر عمل کیا جاتا تو یقیناً شرائطِ صلح موجودہ شرائط سے مختلف ہوتیں۔ وفود کا بھیجا جانا اس قدر معرضِ التوا میں ڈالا گیا کہ عمل کا وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ امریکہ کی طرف کوئی وفد نہیں بھیجا گیا۔ عراق، شام، عرب اور قسطنطنیہ کی طرف وفد بھیجے جانے ضروری تھے مگر اس کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ فرانس اور اٹلی کی طرف مستقل وفدوں کی ضرورت تھی مگر اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ جاپان بھی توجہ کا مستحق تھا اسے بھی نظر انداز کیا گیا۔ انگلستان کی طرف وفد گیا اور وہ بھی آخری وقت میں۔ ساری کوشش ہندوستان کی گورنمنٹ کو برا بھلا کہنے میں یا ان لوگوں کو گالیاں دینے میں صرف کر دی گئی جو گو ترکوں سے ہر طرح ہمدردی رکھتے تھے مگر سلطان المعظم کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مگر کیا گالیاں دینے سے کام ہوتے ہیں؟ کام کام کرنے سے ہوتے ہیں۔“

جب تاریخی حقائق کا جائزہ لیا جائے تو حضور کے اس ارشاد کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ 1918ء کے آخر میں ہندوستان کے مسلمانوں نے اس مسئلہ پر بے چینی کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ اور 1919ء میں تو تحریکِ خلافت باقاعدہ شروع ہو چکی تھی اور جگہ جگہ ہندوستان میں جلسے جلوس ہو رہے تھے۔ ستمبر 1919ء میں تو جب حضور سے مشورہ کے لئے رابطہ کیا گیا تو حضور نے باقاعدہ یہ تحریری مشورہ بھی بھجوا دیا تھا کہ اس مسئلہ پر اگر کوئی کام سنجیدگی سے کرنا ہے تو مختلف ممالک تک اپنا نقطہ نظر بھجوانا ہوگا کیونکہ فیصلہ کسی ایک ملک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ مختلف ممالک نے مل کر کرنا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے یہ ممالک باقاعدہ اعلیٰ ترین سطح کے اجلاسات کر رہے تھے اور اس سلسلہ میں مشہور Paris Peace Conference تو جنوری 1919ء میں ہوئی تھی پھر اس کے بعد پھر میٹنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا تھا اور فروری 1920ء میں لندن میں ہونے والی کانفرنس جس میں برطانیہ، اٹلی اور فرانس کے وزراءِ اعظم نے شرکت کی، اکثر فیصلے ہو بھی گئے تھے کہ سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کس طرح کرنے ہیں۔ اور دوسری طرف تحریکِ خلافت کا وفد انگلستان اور یورپ کے لئے فروری 1920ء میں روانہ ہوا تھا اور مارچ کے وسط میں جا کر اس نے پہلے سربراہ حکومت برطانیہ کے وزیر اعظم لائیڈ جارج سے ملاقات کی تھی۔ اور اس وقت تک تو مختلف حکومتوں نے مل کر بیشتر فیصلے کر بھی لئے تھے۔ اب ان پر اثر انداز ہونے کا وقت گذر چکا تھا۔ اور یہ خیال غلط تھا کہ صرف

ہندوستان میں دباؤ ڈالنے سے مطالبات منوائے جا سکتے ہیں کیونکہ اس معاملہ میں تو اتنے مختلف ممالک رائے پر اثر انداز ہو رہے تھے کہ خود امریکہ کے صدر اپنے چودہ نکات کو اپنے حلیفوں سے منظور نہیں کرا سکے تھے۔ پھر امریکہ کی طرف وفد بھجوا کر اپنا موقف پہنچانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی حالانکہ امریکہ کے صدر ولسن یہ کوشش کر رہے تھے کہ وہ اپنے اتحادیوں سے یہ تجویز منوا سکیں کہ کسی ملک کی قسمت کا فیصلہ کرنے سے پہلے ایک کمیشن قائم کیا جائے جو وہاں کے لوگوں کی رائے معلوم کرے۔ اور برطانیہ اور فرانس اس تجویز کی حمایت نہیں کر رہے تھے۔ بعد میں امریکہ نے اپنا علیحدہ کمیشن قائم کر دیا تھا۔ اور ان کی حکومت تک اپنا موقف بھجوانے کا فائدہ ظاہر تھا۔ اسی طرح تحریک خلافت کے قائدین یہ مطالبہ تو بار بار پیش کر رہے تھے کہ عرب ممالک کو ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ کے تحت رکھا جائے لیکن یہ زحمت نہیں کی گئی تھی کہ وہاں وفد بھجوا کر وہاں کے لیڈروں کی رائے ہی معلوم کر لی جائے کہ انہیں یہ قبول بھی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جاپان بھی ان اجلاسات میں شامل تھا ان کے قائدین تک اپنی آواز پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ایسے بین الاقوامی مسئلہ پر جب کہ بڑی بڑی طاقتیں بھی اکیلے اپنی بات نہیں منوا سکتی تھیں خود برطانیہ بھی اپنی ساری باتیں نہیں منوا سکتا تھا۔ امریکہ کا صدر بھی اپنے چودہ نکات نہیں منوا سکا تھا تو یہ امید رکھنا کہ ہندوستان میں جلسے جلوس کر کے اور برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے یا تمغے اور خطابات واپس کر کے مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں محض ایک خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اس کے علاوہ حضور نے اس تحریر میں یہ تفصیلات بیان فرمائیں کہ کس طرح اس معاہدے کی شرائط طے کرتے ہوئے انصاف کے تقاضوں کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ عراق کی آبادی کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع نہیں دیا گیا، شام کی آبادی کو صاف صاف کہنے کے باوجود کہ وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں فرانس کے زیرِ اقتدار کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح لبنان کو فرانس کے زیرِ اقتدار کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ حضور نے یہ نشاندہی بھی فرمائی کہ فلسطین کو یہودی نو آبادی قرار دے دیا گیا ہے، باوجود اس کے کہ وہاں کی اکثریت مسلمان ہے۔ اسی طرح ترکی کو ناجائز طور پر اپنے بعض شہروں سے محروم کر دیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اتحادی یہ شرائط نرم نہیں کریں گے اور حضور نے جائزہ پیش فرمایا کہ اب تک مختلف آراء پیش کی جا رہی ہیں کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ہندوستان کے مسلمان کیا ردِ عمل دکھائیں۔ ان میں ہجرت، برطانوی حکومت سے قطع تعلق اور بغاوت کی تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔ حضور نے ان کا تجزیہ پیش فرمایا کہ ان میں سے ایک تجویز بھی قابلِ عمل نہیں ہے۔ حضور نے متنبہ فرمایا کہ ہندوستان کی سات کروڑ آبادی اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی اور اس کو پیش کر کے سبکی کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور اس کو پیش کرنے والے خود بھی اس پر عمل نہیں کر رہے۔ اور حکومت سے عدم تعاون کے بارے میں حضور نے تحریر فرمایا:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض ہندو سر برآوردہ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن اس تجویز کی مخالفت ہندوؤں میں بہت زیادہ ہے اور یقیناً پانچ فیصدی ہندو بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ اگر مسلمان وکلاء اپنا کام چھوڑ دیں گے تو خود مسلمان اپنی دادرسی کے لئے ہندو وکلاء کی خدمات کو حاصل کریں گے اور وہ شوق سے ان کے مقدمات لیں گے اور اگر مسلمان جج استعفاء دے دیں گے تو ہندو امیدوار فوراً ان کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ اگر فوجی مسلمان استعفاء دے دیں گے تو علاوہ اس کے کہ وہ فوجی قواعد کی خلاف ورزی کر کے سزا پاویں گے ان کا مستعفی ہو جانا ایسا موثر نہ ہوگا کیونکہ ہندو قوم اب فوجی خدمات کی اہمیت سے کافی طور پر واقف ہو چکی ہے اور وہ اپنے قدیم ملک کو بلاحفاظت چھوڑنے پر کبھی رضامند نہ ہو گی۔ غرض ہر ملازمت کے لئے دوسری اقوام کے لوگ نہ صرف مل جاویں گے بلکہ شوق سے آگے بڑھیں گے۔ کیونکہ ملازمت تلاش کرنے والوں کی ہمارے ملک میں کمی نہیں ہے۔ ایسے لوگ مسلمانوں کے اس فیصلہ کو ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھیں گے اور ان کی بیوقوفی پر دل ہی دل میں ہنسیں گے۔ پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہو جاویں اور اپنے حقوق کو جو بوجہ مسلمانوں کے سرکاری ملازمتوں میں کم ہونے کے پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اور زیادہ خطرہ میں ڈال دیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔“

جیسا کہ ہم جائزہ لیں گے بعد میں پیش آنے والے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ حضور نے جو راہنمائی فرمائی اس کا ایک ایک حرف سچا تھا۔ اور احتجاج کے اس انداز کو اختیار کر کے مسلمانوں نے بہت بڑے نقصانات اُٹھائے۔

(باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁

خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے زیر ہدایت مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت

(نصیر احمد قمر۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن)

جاوانیز (Javanese) زبان میں ترجمہ قرآن مجید

مکرم عبدالباسط صاحب امیر و مبلغ انچارج انڈونیشیا تحریر فرماتے ہیں:

جاوانیز انڈونیشیا کی ایک مقامی زبان ہے۔ اس زبان میں ترجمہ قرآن کریم کے مقدس کام کا آغاز 1997ء میں ہوا۔ ترجمہ کرنے والی کمیٹی Yog Yakarta میں اس پر کام کر رہی تھی اور کمیٹی ممبران حسب ذیل افراد تھے۔

مکرم Syukri Mubarak Soe Karsono Malang (چیئرمین کمیٹی)

مکرم Shudi Ba (Samarang) (سیکرٹری کمیٹی)

مکرم Drs.Aly Abubakar Basalamah (Yogyakarta)

مکرم Soejadi Malang Jeodo (Bandung)

مکرم Hardoyo (Boyolali)

مکرم Moch. Dalail (PurWokoErto)

مکرم Drs. Sigit Harjono Notowidigdo (Semarang)

مکرم Yasin Al-Hadi (Salatiga)

مکرم Sutomo Alwy Ahmadi (Piyungan, Yogyakarta)

1997ء میں کمیٹی کے ایک ممبر Drs. Aly Abubakar Basalamah کی وفات ہوگئی۔ 2001ء میں Syukri Soekarsono بھی وفات پاگئے اور 2002ء میں Hardoyo صاحب بھی اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ چنانچہ کام کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے 2002ء میں ایک نئی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس ٹیم کے انچارج H . Suhadi صاحب کو مقرر کیا گیا اور حسب ذیل احباب اس کے ممبر مقرر ہوئے۔

Drs. Sigit Hardjojo (سیکرٹری)

Aly Yasin Al-Hadi (Sacatiga)

Moch Dalail (Purwokerto)

Sutomo Alwi Ahmadi (Kudus)

Miftah Huzzaman (Cilacap)

Drs.Abdul Rozzaq (Tulungagung East Java)

2009ء میں کمیٹی کے ممبر مکرم Moch Dalail صاحب کی وفات ہوگئی اور مکرم مفتاح الزمان صاحب اپنے کاموں کے سلسلہ میں ایک دوسرے ملک چلے گئے۔

جاوانیز میں ترجمہ کے لئے حضرت ملک غلام فرید صاحب کی مرتبہ ایک جلد میں مختصر تفسیر (انگریزی) کو بنیاد بنایا گیا۔

2000ء میں اس کمیٹی نے پہلے پارہ کا جاوانیز ترجمہ مکمل کر کے اس کی نظر ثانی کے بعد طباعت کے لئے تیار کیا اور اس کی پانچ ہزار کی تعداد میں طباعت کی گئی۔ طباعت کے تمام اخراجات جماعت نے برداشت کئے۔

اس سے قبل جاوانیز Svrakarta زبان میں لاہوری جماعت کی طرف سے ترجمہ قرآن مجید شائع کیا گیا لیکن اس میں ایسی جاوانیز زبان کا استعمال کیا گیا ہے جسے سمجھنا عام لوگوں کے لئے مشکل ہے۔ علاوہ ازیں انڈونیشیا کی محمدیہ پارٹی کے ایک لیڈر نے بھی Yogyakarta محاورۂ زبان کو استعمال کرتے ہوئے جاوانیز میں ایک ترجمہ شائع کیا لیکن یہ صرف Yogyakarta کے لوگوں کے لئے ہی قابل فہم ہے۔ ہماری ترجمہ کمیٹی نے قرآن مجید کے ترجمہ میں مختلف Javanese Dilects کو سمویا ہے۔

چنانچہ اس میں Surakarta، Yogyakarta، Banyumasan، Pasisiran اور Javatimuran طرز ادائیگی کو بہت عمدگی سے اپنایا گیا ہے۔

خداتعالیٰ کے فضل سے اس کمیٹی نے نومبر 2006 میں پورے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا۔ خیال تھا کہ خلافت جوبلی سال کے آغاز میں ہم یہ جاوانیز ترجمہ قرآن طبع کر سکیں گے لیکن بعض تکنیکی مشکلات کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ اس ترجمہ کی نظر ثانی بھی مکمل ہو چکی ہے۔ اس وقت جاوانیز ترجمہ قرآن طباعت کے مختلف مراحل میں ہے۔ اور انشاء اللہ اگلے چند ماہ میں زیور طبع سے آراستہ ہوگا۔

❁❁❁❁❁❁

صوبہ باندوندو (کونگو کنشاسا) کے معلمین و آئمہ کی تعلیمی و تربیتی کلاس کا انعقاد

(رپورٹ: طاہر منیر بھٹی۔ مبلغ سلسلہ)

کونگو کنشاسا کے صوبہ Bandundu کے معلمین اور آئمہ کی 21 روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد مورخہ 26 اکتوبر سے 15 نومبر 2009ء تک کیا گیا۔

کلاس کا آغاز نماز تہجد سے ہوتا۔ نماز فجر کے بعد درس کا انتظام تھا جو شرکاء باری باری دیتے۔ تربیتی کلاس کا آغاز ساڑھے آٹھ بجے ہوتا اور قرآن کریم ناظرہ، منتخب احادیث اور فقہی مسائل پڑھائے جاتے۔ اسی طرح عیسائیت کے باطل عقائد کا رد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ اور مختلف اختلافی مسائل پر تدریس ہوتی۔ اسی طرح روزانہ مجلس سوال و جواب کا انعقاد بھی کیا جاتا اور تقاریر کی مشق بھی کروائی جاتی۔ اس کلاس میں 8 معلمین اور 8 نومبائع آئمہ شریک ہوئے۔

مکرم نعیم احمد باجوہ صاحب امیر و مشنری انچارج بھی اس کلاس کا جائزہ لینے کے لئے کنشاسا سے باندوندو تشریف لائے اور دس روزہ قیام کے دوران ہمہ وقت طلباء کے ساتھ رہ کر اس کلاس کو بامقصد بنایا۔

کلاس کے اختتام سے قبل تحریری اور زبانی امتحان بھی لیا گیا۔ اسی طرح بعض علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی منعقد کئے گئے جن میں مقابلہ حسن قراءت، مقابلہ فی البدیہہ تقریر اور پیغام رسانی وغیرہ شامل تھے۔ اور ورزشی مقابلوں میں مختلف دوڑیں شامل تھیں۔

15 رنومبر 2009ء کو اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مکرم امیر صاحب کی کی اور مقابلوں میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات تقسیم کئے۔ اور بعد میں طلباء کو اختتامی تقریر کی۔ اپنی تقریر میں آپ نے مختلف نصائح کرتے ہوئے بتایا کہ اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر احباب جماعت کو بہتر طور پر اسلام اور احمدیت کی تعلیم بتائیں اور دوسروں کو بھی تیار کریں۔ اسی طرح قرآن کریم کے علم کو حاصل کرنے اور پھیلانے کی طرف بھی توجہ دینے کی تلقین کی۔

اختتامی تقریب کی کارروائی لوکل ٹی وی RTNC پر نشر ہوئی۔ جماعت کے علاوہ بعض معززین نے بھی شرکت کی اور جماعت کی خدمات کو سراہا۔

اس کلاس میں شرکت کے لئے ہمارے ایک معلم مکرم ابراہیم Kolifwa صاحب تقریباً 600 کلومیٹر کا سفر بذریعہ سائیکل طے کر کے آئے۔ اور پھر اسی طرح واپس گئے۔

اللہ تعالیٰ اس کلاس کے بہتر نتائج آنے والے دنوں میں ظاہر فرمائے اور شاملین کے ایمان و اخلاص میں اضافہ ہو۔

❁❁❁❁❁

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرِانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

خلفائے سلسلہ کی ازواج

امرالٰہی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے ہوشیارپور میں 1886ء میں جو چلّہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی متضرعانہ دعاؤں کو قبول فرمایا اور اسلام کی سربلندی کے متعلق آپؑ کو غیب کی خبروں سے نوازا اور بتایا کہ آپؑ کی مبارک نسل کو بھی اس کارِخیر کی خوب توفیق ملے گی۔ چنانچہ فرمایا کہ ''تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمت تجھ پر پوری کروں گا...... تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا''۔ یہ پیشگوئی خلفائے سلسلہ کی ازواجِ مبارکہ کے ذریعہ بھی پوری ہوئی۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ''خلافت سوونیئر'' کے ایک مضمون میں خلفائے سلسلہ کی زوجیت میں آنے والی مبارک خواتین کا مختصر ذکر شامل ہے۔

حضرت سیّدہ صغریٰ بیگم صاحبہؓ

حضرت سیّدہ صغریٰ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حکیم حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے محبّ خاص کی زوجیت کے لئے آپؓ کا خود انتخاب فرمایا اور بہ نفسِ نفیس مارچ 1889ء میں حضرت اماں جانؓ کے ہمراہ بارات میں شرکت بھی فرمائی۔ آپؓ کی شادی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ: ''میں نے اس محلّہ میں خاص صاحبِ اسرار اور واقف لوگوں سے اس لڑکی کی بہت تعریف سنی ہے کہ یہ لڑکی طبعاً صالح اور فضائل محمودہ کی جامع ہے۔ اس کی تربیت اور تعلیم کی طرف بھی توجہ رکھیں اور اسے پڑھایا کریں۔ اس کی استعدادیں بہت عمدہ معلوم ہوتی ہیں اور اللہ جل شانہ کا نہایت فضل اور احسان ہے کہ یہ جوڑ بہم پہنچایا ورنہ اس قحط الرّجال میں ایسا اتفاق محالات کی طرح ہے''۔

حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ

حضرت سیّدہ محمودہ بیگمؓ (امِّ ناصر) حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ سیّدنا مرزا محمود احمد صاحبؓ کی پہلی حرم محترم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بہو تھیں جن کا رشتہ خود حضورؑ نے تجویز فرمایا تھا اور جو حضورؑ کی زندگی میں ہی اکتوبر 1903ء میں آپؓ کے گھر کی رونق بنیں۔ خدا کی یہ پیشگوئی کہ ''اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَکَ نَافِلَۃً مِنْ عِنْدِیْ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے''۔ یہ پیشگوئی آپؓ کے ہاں حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی پیدائش سے پوری ہوئی۔

آپؓ کو خدا تعالیٰ نے نمایاں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی پہلی صدر منتخب ہوئیں اور قریباً 36 سال تک اس عہدہ پر فائز رہیں۔ 1913ء میں الفضل کے اجراء کے لئے اپنا زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؓ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی ...... الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا......اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جس سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا نیا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کردیا......میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کونسا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روزمرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دُور کیا جاسکتا''۔

آپؓ بے حد متّقی، سلسلہ کا درد رکھنے والی، صابرو شاکر اور ملنسار تھیں۔ 31 جولائی 1958ء کو مری میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ

حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ حضرت حکیم مولوی نورالدینؓ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ آپؓ کا نکاح 31 مئی 1914ء کو عمل میں آیا۔ آپ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دوسری حرم محترم تھیں۔ حضورؓ نے حضرت موصوفہ سے اپنی شادی کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا کہ ''میں ان کے ذریعہ سے عورتوں کو تعلیم دے سکوں گا''۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر اپنے والد محترم کی ایک وصیت کہ میرا جانشین عورتوں میں بھی درس قرآن جاری رکھے، حضرت سیّدہ امۃ الحی صاحبہؓ نے ہی ایک خط کے ذریعے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تک پہنچایا۔ چنانچہ حضورؓ نے اگلے دن سے ہی مستورات میں درس دینا شروع کردیا۔ آپؓ کو عشق قرآن ورثہ میں ملا تھا۔ آپؓ ہی نے حضورؓ کو احمدی خواتین کی ترقی کے لئے ایک انجمن یعنی لجنہ اماء اللہ بنانے کی تحریک کی۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی پہلی سیکرٹری بھی تھیں۔ آپؓ نے ساری زندگی احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت کی طرف اپنی توجہ مذکور رکھی۔

شادی کے دس سال بعد 10 دسمبر 1924ء کو آپؓ نے وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔ آپؓ کی وفات پر حضورؓ نے فرمایا: ''میری روح کو امۃ الحیٔ کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی......ان کے اندر ایک ایسا ایمان تھا، حضرت اقدسؑ پر ایسا یقین تھا، دین حق کی صداقت پر جو ایمان اور یقین بہت کم عورتوں میں پایا جاتا ہے......میں ہمیشہ ان کے ایمان کو خلافت کے متعلق ایسا مضبوط پایا کہ بہت کم مردوں میں ایسا ہوتا ہے۔ دین اور اسلام کی اس قدر محبت رکھتی تھیں، سلسلہ کی عورتوں کی علمی ترقی کی ان کے دل میں اس قدر تڑپ تھی کہ میرے نزدیک ساری جماعت میں اس قسم کی کوئی عورت موجود نہیں۔''

حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہؓ

حضرت سیدہ مریم بیگمؓ (اُمّ طاہر) پاک طینت اور پارسا والدین کی چشم وچراغ تھیں جو اوائل 1905ء میں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کا نکاح 7 فروری 1925ء کو حضرت مصلح موعودؓ سے ہوا اور 21 فروری 1925ء کو نہایت سادگی سے تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ مارچ 1925ء کو دارالمسیح میں جب مدرسۃ الخواتین جاری ہوا تو آپ بھی شریکِ تعلیم ہوئیں اور مدرسۃ الخواتین کے مقصد کو آپ نے کماحقّہ پورا کیا۔ خدمات سلسلہ کے لئے ہمیشہ تیار رہتیں۔ حضورؓ کی ہدایت پر 1930ء میں نصرت گرلز سکول کی نگرانی کے لئے قائم ہونے والی کمیٹی کی رکن تھیں۔ آپؓ کو خواتین کی اصلاح اور تربیت کا ہر وقت خیال تھا۔ 1930ء تا 1937ء تک جلسہ سالانہ خواتین کی منتظمہ رہیں۔ آپ نے حضورؓ کی ہدایت پر قادیان میں محلّہ وار کمیٹیاں بنائیں۔ آپ نے اپنا مکان خواتین کے اجلاسوں کے لئے وقف کر رکھا تھا چنانچہ آپ کے مکان پر ہی حضرت مصلح موعودؓ درس قرآن وحدیث دیتے تھے۔ سیرت النبی ﷺ کے جلسے، سیرت پیشوایان مذاہب، عہدیداران لجنہ اور لجنہ کے عام اجلاس اور مصباح کی قائم شدہ کمیٹی کے اجلاس آپ کے ہی مکان پر ہوتے۔ آپ نے تحریک جدید کو کامیاب بنانے کے لئے دیوانہ وار کوشش کی۔ خلافت جوبلی فنڈ میں ذاتی طور پر شرکت کے علاوہ آپ کی مساعی قابل تعریف تھی۔ جلسہ سالانہ جوبلی پر حضورؓ کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ قادیان کا تہنیت نامہ بطور جنرل سیکرٹری آپؓ نے پیش کیا۔

آپ کی مالی قربانیاں ہمیشہ اعلیٰ معیار کی تھیں۔ پہلے چھٹے حصہ کی وصیت فرمائی لیکن 1927ء میں اس کو بڑھا کر تیسرا حصہ کردیا۔ برلن مسجد کی تعمیر کے لئے ڈیڑھ سو روپیہ ادا کیا۔ 1931ء مسجد فضل لندن کی مرمت کے لئے 25 روپے پیش کئے۔ 1936ء میں جلسہ سالانہ کے لئے ایک دیگ فراہم کی۔ 1938ء میں خلافت جوبلی فنڈ میں دوسو روپیہ دیا۔ 1942ء میں غرباء کی امداد کی تحریک پر پانچ من غلہ پیش کیا۔ آپ نے کئی یتیم بچوں اور بچیوں اپنے گھر میں پالا۔

سیّدہ اُمّ طاہر صاحبہ 5 مارچ 1944ء کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پاگئیں۔ آپؓ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا (حضرت مرزا طاہر احمد صاحب) یادگار چھوڑے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی اس مرحومہ بیوی کو ثواب پہنچانے کے لئے تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم نصف اوّل کے لئے ایک خطیر رقم بطور صدقہ جاریہ وقف کی۔

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوریؓ کی صاحبزادی تھیں۔ علمی خاندان سے تعلق کی بناء پر آپ کو بچپن ہی سے تحصیلِ علم کا خاص شوق تھا اور آخر یہی جذبہ حضرت مصلح موعودؓ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ بنا۔

حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو جماعت کی مستورات کی دینی تعلیم و تربیت کے خیال نے بہت بے چین کیا۔ چنانچہ اس اہم دینی ضرورت کے پیش نظر حضورؓ نے 12 اپریل 1925ء کو آپ کو اپنے عقد میں لے لیا۔ پھر آپ حضورؓ کی زیر تربیت تعلیم حاصل کرنے میں سرگرمی سے مشغول ہوگئیں۔ ادیب اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کرکے میٹرک کا امتحان اعلیٰ کامیابی سے پاس کیا جبکہ 1933ء میں بوقت وفات F.A. کا امتحان دیا ہوا تھا۔

آپ نے حضورؓ کے نام اپنے ایک خط میں لکھا کہ میں اپنی زندگی حضرت مسیح موعودؑ کے اس فارسی شعر کے مطابق بنانے کا فیصلہ کرچکی ہوں کہ (ترجمہ) ''اگر تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو تلاش کر جو خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو کھو چکا ہو۔ اور پھر اس کے دروازہ پر مٹی کی طرح بے خواہش ہوکر گر جا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر''۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''آہ! مرحومہ نے جو کچھ کہا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی وہ حقیقی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں خاک ہوئی پڑی ہیں اور ہمیشہ کے لئے اُس کے آستانہ پر گرچکی ہیں۔''

سیّدہ موصوفہ نہایت متقی، پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اوقات کا اکثر حصہ تحصیل علوم میں صرف کرتیں۔ نہایت کم گو تھیں۔ غرباء کی ہمدردی اور مستورات کی خیرخواہی ان کا مقصد تھا۔ ہر امرِ خیر میں نہایت حریص تھیں اور سبقت لینے کی کوشش کرتیں۔ 13 مئی 1933ء کو صرف 26 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں سپرد خاک کی گئیں۔

حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ

حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ (امّ وسیم) کے والد حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف جمال صاحب جدّہ کے ایک مخیّر تاجر تھے۔ حضرت سیدہ یکم فروری 1926ء کو حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔ حضورؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ خواہش کہ مسلمانوں کی دوسری زبان عربی ہونی چاہئے، پورا کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ عربی بولنے والی عورتوں سے شادی کی جائے تا بچوں میں عربی کا چرچا ہو۔ اس لئے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ میں اس جگہ ممکن ہوا تو شادی کروں گا۔

حضرت سیدہ لجنہ کے اجلاسات میں باقاعدگی سے شرکت کرتیں۔ درس اور جلسوں کا انتظام بھی ایک عرصہ تک آپ کے ذمہ رہا۔ امیر گھرانے میں پیدا

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17 مارچ 2008ء میں محترم حکیم خلیل احمد مونگھیری صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ احمدیت کیا ہے

مرضیٔ دوست پہ سوجاں سے فدا ہوجانا
جیتے جی راہِ محبت میں فنا ہو جانا
تیر وخنجر کی نہ تلوار کی حاجت ہے اسے
خود کماں ہونا تو خود تیرِ دعا ہو جانا
کھیلنا موجوں سے طوفاں پہ تبسم کرنا
پھنسنا گرداب میں خود اور رِہا ہو جانا
دیکھو اعجاز غلامان مسیحائے زماں
بن کے بیمار خود اوروں کی دوا ہوجانا
دین کو دنیا پہ ہر آن مقدم رکھنا
جانتے ہیں یہی پابند وفا ہو جانا

ہونے کے باوجود طبیعت میں بڑی سادگی اور انکساری تھی۔ غریبوں کے ساتھ خاص طور پر بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتیں اور علالت طبع کے باوجود تشریف لے جا کر ان کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتیں۔

آپ لمبا عرصہ ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار رہیں اور آخر حضورؓ کی 37 سالہ رفاقت کے بعد 5و6/دسمبر 1963ء کی شب وفات پا گئیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ کی پیدائش اکتوبر 1918ء کو ہوئی۔ 1921ء میں آپ کے والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے آپ کو خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا۔ چنانچہ آپ کے والد صاحب نے اس وقت آپ کا دوسرا نام نذرالٰہی بھی رکھ دیا۔ آپکی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ستمبر 1935ء میں ہوئی۔ حضورؓ کا آپ سے شادی کرنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ آپ جماعت کی خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا اہم کام سرانجام دینے میں ان کی مدد کریں۔ اس لئے آپ نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ نے ''براہین احمدیہ'' اور بخاری شریف سمجھ کر پڑھی۔ علم صرف ونحو اور قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے سیکھے۔ بعدازاں اس فیض کو ساری عمر جاری رکھا۔ آپ بہت ذہین تھیں اور بلا کا حافظہ تھا۔ حضورؓ کے زیرتربیت آپ نے شادی کے بعد ایم۔اے عربی تک تعلیم حاصل کی۔

30 سالہ دور رفاقت میں اپنے عظیم شوہر کی خدمت اور معاونت پر کمر بستہ رہیں۔ حضورؓ کی بہت سی تقاریر اور تفسیر صغیر کے ایک حصہ کی املاء کرنے کی سعادت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔ 1942ء میں لجنہ کی جنرل سیکرٹری اور 1958ء میں صدر لجنہ کے عہدہ پر فائز ہوئیں اور 1997ء تک تاریخ ساز خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران نصرت انڈسٹریل ہوم کا قیام، ربوہ میں فضلِ عمر ماڈل سکول کا اجراء اور جامعہ نصرت میں سائنس بلاک کا آغاز ہوا۔ آپ جامعہ نصرت برائے خواتین کی پہلی ڈائریکٹرس رہیں۔ آپ نے تاریخ لجنہ کی پانچ جلدوں کی تدوین کی۔ خواتین کی تربیت کے لئے کئی کتب شائع کروائیں۔ متعدد تربیتی مضامین اور تقاریر اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کے دَور میں کوپن ہیگن (ڈنمارک) اور ہالینڈ میں خواتین کے چندہ سے مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ لجنہ کے جدید دفتر کی عمارت اور ایک وسیع عریض ہال بھی تعمیر ہوا۔ آپ بہترین انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے قابل تقلید نمونہ تھیں۔

حضرت سیّدہ انتہائی نیک، خداترس، بااخلاق، سادہ مزاج، زیرک، معاملہ فہم، اور عاشقِ قرآن تھیں۔ حسن سلوک اور شفقت بے مثال تھی۔ خلافت احمدیہ کی اطاعت اور ادب و احترام حد درجہ بلند مقام حاصل تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر حکم پر شرح صدر کے ساتھ لبیک کہتیں۔ آپ نے 3 نومبر 1999ء کو وفات پائی۔

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم (مہر آپا) 7/اپریل 1919ء کو بمقام جہلم سیّد عزیزاللہ شاہ صاحبؓ ابن ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کی وفات کے بعد حضرت سیّدہ کے بچوں کی نگہداشت کے لئے شادی کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ مناسب خیال کیا گیا کہ حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کے خاندان سے رشتہ کیا جائے۔ چنانچہ دعاؤں کے بعد الٰہی بشارات کی روشنی میں جب حضرت مہر آپا کے والد محترم سے اس رشتہ کے بارہ میں بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ بشریٰ بیگم حضورؓ کے لئے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ایک رویاء میں خبر دی گئی تھی کہ ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ چنانچہ اس رؤیا کے مطابق آپ کو مہر آپا کہا گیا۔

شادی کے بعد حضرت سیّدہ مہر آپا حضورؓ کے اعتماد پر پوری اتریں اور آپ نے حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کے بچوں کا بہت خیال رکھا اور ہر ممکن پیار اُن کو دیا۔

1944ء میں میٹرک کے علاوہ دینیات کی دو جماعتیں پاس کیں۔ پھر جامعہ نصرت ربوہ سے F.A. کیا اور اس کے بعد B.A. میں داخلہ لیا۔ مگر حضورؓ کی علالت میں خدمت کی خاطر اپنی تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا۔ آپ دینی خدمت میں بہت مستعد تھیں۔ آپ لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری، سیکرٹری خدمت خلق اور سیکرٹری تربیت واصلاح رہیں۔ 1966ء تا 1990ء تک نائب صدر لجنہ مرکزیہ کے عہدہ پر بھی فائز رہیں۔

حضرت سیّدہ مہر آپا کی نمایاں صفت غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی اور مہمان نوازی تھی۔ ایک غریب پرور خاتون تھیں۔ بہت صفائی پسند تھیں۔ صبر وتحمل کا پیکر تھیں، قریبی عزیزوں، بھائیوں کے صدمات بڑے صبر و حوصلہ سے برداشت کئے۔ بہت عبادت گزار تھیں۔ تہجد اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مطالعہ اور لکھنے کا شوق بھی تھا۔ جلسوں اور اجتماعات پر تقاریر کرتیں۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ نے ساری جائیداد اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جرمنی میں تعمیر ہونے والی سو مساجد کی تعمیر میں حضرت مہر آپا کی طرف سے ایک خطیر رقم پیش کی۔

حضرت سیّدہ لمبی بیماری کے بعد 22 مئی 1997ء کو وفات پا گئیں۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حرم حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ، حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی مذہبی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی گئی اور آپ نے ادیب عالم، میٹرک اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے۔ علم و ادب سے آپ کو بہت شغف تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح اپنے فرزند اکبر کے ساتھ پڑھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لجنہ اماء اللہ کی خدمت کی توفیق بھی عطا کی۔ 1945ء میں مجلس عاملہ مرکزیہ قادیان کی ممبر بنیں اور ایک عرصہ تک سیکرٹری خدمت خلق کے فرائض سرانجام دیئے۔ ہجرت کے بعد مہاجر خواتین کے انتظامات کی نگرانی فرماتی رہیں۔ 1952ء سے 1955ء تک لجنہ اماء اللہ لاہور کی صدر رہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی عمدگی سے نبھایا۔ حضورؒ کے آرام وضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ احمدی مستورات کے مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ آپ نے ایک بھرپور، بامقصد، پُروقار اور قابل رشک زندگی گزاری۔ سفر میں حضور کے ساتھ رہتیں اور حضورؒ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتیں۔ اس معاملہ میں خدا تعالیٰ نے آپکو غیر معمولی حس عطا کی ہوئی تھی۔ حضورؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا: ''ان کا میرے ساتھ صرف تعلق ہی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تعلق تھا۔ اور وہ جو سات دورے میں نے اپنی قیادت جماعت احمدیہ کے دَور میں دُنیا کے کئے ان میں وہ میرے ساتھ رہیں اور میری دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کا جو بوجھ تھا وہ انہوں نے میرے ساتھ اُٹھایا۔ میرے وقت کا خیال رکھا۔ میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھتی تھیں کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتے''۔

اجتماعات میں حضرت سیدہ نے جو تقریریں فرمائیں ان میں دینی شعائر کی پابندی کرنے اور تربیت اولاد پر خصوصی زور دیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو خوب سمجھا اور نبھایا۔ ایک مثالی زندگی پیش کی۔ آپ کی وفات 3/4 دسمبر 1981ء کی درمیانی شب ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ مدظلہا

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حضرت عبدالمجید خانصاحبؓ آف ویرووال (یکے از 313 صحابہ) اور محترمہ ملکہ زمانی بیگم صاحبہ کے ہاں 20/ فروری 1956ء کو ربوہ میں پیدا ہوئیں۔ جناح میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا۔ ہاؤس جاب کے دوران ہی آپ کے نکاح کا اعلان 11/ اپریل 1982ء کو حضورؒ نے مسجد مبارک میں خود فرمایا اور اُسی روز تقریب رخصتانہ نہایت سادگی سے عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ فرماتی ہیں کہ شادی سے پہلے میری زندگی بالکل ایک عام انسان والی زندگی تھی اور شادی کے بعد میری مختصر ازدواجی زندگی کا ہر لمحہ حضورؒ کی خدمت اور آپؒ کے معمولاتِ زندگی کی پیروی میں صرف ہونے لگا۔ حضورؒ کی المناک وفات کے بعد سے میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ حضورؒ کی نصائح کے مطابق اپنی زندگی گزاروں جن کے بنیادی مقاصد یہی دو تھے کہ توحید خالص کے قیام کے لئے حتی الوسع کوشش کرتی رہوں اور دوسرے احمدی خواتین کی اپنے نمونہ اور عملی کوشش سے تربیت کروں۔

1982ء میں حضرت سیدہ کو نائب صدر لجنہ ربوہ کے فرائض سونپے گئے۔ 1992ء میں صدر لجنہ ربوہ منتخب ہوئیں اور دو سال کے وقفہ کے علاوہ دسمبر 2007ء تک اس عہدہ پر فائز رہیں۔ آپ مستقل طور پر لجنہ ربوہ کے ہومیوپیتھک کلینک میں بھی خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی فعال زندگی عطا کرے۔ آمین

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی حرم حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب اور صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ (بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) کے ہاں جنوری 1935ء میں پیدا ہوئیں۔

1984ء کی ہجرت کے بعد آپ نے نہایت مصروف زندگی گزاری اور حضورؒ کی شب و روز کی مصروفیات میں شریک رہیں۔ ابتداء میں رات گئے تک حضورؒ کے ساتھ ہزاروں خطوط کھولنے کا کام بھی کیا۔ اپنی علالت اور کمزور طبیعت کے باوجود بڑی ہمت سے حضورؒ کے ہمراہ دوروں پر جاتیں اور احمدی خواتین کے مسائل حل کرتیں اور مشورے دیتیں۔ غریب پرور تھیں، طبیعت میں بہت انکسار، سلیقہ، نفاست، اعلیٰ ذوق، نرم گفتاری اور خندہ پیشانی کے علاوہ سادگی بھی تھی۔ حضورؒ کے مقامِ خاص کا بہت احترام کرتیں اور اس بات کا بہت احساس تھا کہ حضورؒ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت سیدہ 3/اپریل 1992ء کو لمبی بیماری کے بعد لندن میں وفات پا گئیں۔ حضورؒ نے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے جب ان سے شادی کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس سے پہلے استخارہ کیا اور رؤیا کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے نہیں بلکہ رؤیا کی حالت میں الہام ہوا۔ اور اس کے الفاظ یہ تھے ''تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔'' اس وقت مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے کونسے کام ہیں؟ وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آئندہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لے گا۔ لیکن اس میں یہ عجیب پیغام تھا کہ عملاً کاموں میں ان کو شرکت کی اتنی توفیق نہیں ملے گی لیکن میرے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو میرے کاموں میں شریک فرما دے گا اور ان کو بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا''۔

حضرت سیّدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا

حضرت سیّدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا 25/اکتوبر 1950ء کو سندھ میں پیدا ہوئیں جہاں حضرت مصلح موعودؓ کی زمینوں کی نگرانی کے لئے آپ کے والد محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب اور والدہ محترمہ امۃ الحکیم صاحبہ مقیم تھے۔ تربیت ربوہ میں ہوئی اور بچپن سے ہی جماعتی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ 31/جنوری 1977ء کو آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) سے ہوئی۔ جون 1978ء میں آپ حضور انور کے پاس غانا تشریف لے گئیں اور 1985ء میں حضور کے ہمراہ واپس ربوہ تشریف لائیں۔ غانا میں اپنے قیام کے دوران دعوت الی اللہ کے علاوہ لاتعداد احمدی بچوں کو قاعدہ یسّرنا القرآن پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

ربوہ میں متعدد خدمات کی توفیق پائی۔ مرکزی مجلس عاملہ لجنہ کی رُکن ہونے کے علاوہ دو سال تک لجنہ ربوہ کی صدر رہیں۔ وقف عارضی کا موقعہ بھی ملا۔ پھر حضور انور کے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضور کے ہمراہ متعدد ممالک کے دوروں پر تشریف لے گئیں اور وہاں حضور کی راہنمائی میں خواتین اور بچیوں کے مسائل حل کرنے کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے۔ آمین

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 12 فروری 2008ء میں مکرم ارشاد عرشی ملک صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

سب سے اوّل جس نے تھا حق کو پہچانا......عورت تھی
میرے نبیؐ کو سب سے پہلے جس نے مانا......عورت تھی
جس نے آپؐ پہ مہر و وفا کا پردہ تانا......عورت تھی
جس نے ایک چھپے جوہر کو روشن جانا......عورت تھی
گھر کو جو جنت میں ڈھالے ایسا جادو عورت ہے
پھول اگر ہے مرد تو اس کی ساری خوشبو عورت ہے

عرصہ تک آپ کے ذمہ رہا۔ امیر گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود طبیعت میں بڑی سادگی اور انکساری تھی۔ غریبوں کے ساتھ خاص طور پر بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتیں اور علالت طبع کے باوجود تشریف لے جا کر ان کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتیں۔

آپ لمبا عرصہ ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار رہیں اور آخر حضورؓ کی 37 سالہ رفاقت کے بعد 5و6/دسمبر 1963ء کی شب وفات پا گئیں۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ کی پیدائش اکتوبر 1918ء کو ہوئی۔ 1921ء میں آپ کے والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے آپ کو خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا۔ چنانچہ آپ کے والد صاحب نے اس وقت آپ کا دوسرا نام نذر الٰہی بھی رکھ دیا۔ آپکی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ستمبر 1935ء میں ہوئی۔ حضورؓ کا آپ سے شادی کرنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ آپ جماعت کی خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا اہم کام سرانجام دینے میں ان کی مدد کریں۔ اس لئے آپ نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ نے ''براہین احمدیہ'' اور بخاری شریف سمجھ کر پڑھی۔ علم صرف و نحو اور قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر آپ نے حضرت مصلح موعودؓ سے سیکھے۔ بعدازاں اس فیض کو ساری عمر جاری رکھا۔ آپ بہت ذہین تھیں اور بلا کا حافظہ تھا۔ حضورؓ کے زیر تربیت آپ نے شادی کے بعد ایم۔اے عربی تک تعلیم حاصل کی۔

30 سالہ دور رفاقت میں اپنے عظیم شوہر کی خدمت اور معاونت پر کمر بستہ رہیں۔ حضورؓ کی بہت سی تقاریر اور تفسیر صغیر کے ایک حصہ کی املاء کرنے کی سعادت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔ 1942ء میں لجنہ کی جنرل سیکرٹری اور 1958ء میں صدر لجنہ کے عہدہ پر فائز ہوئیں اور 1997ء تک تاریخ ساز خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران نصرت انڈسٹریل ہوم کا قیام، ربوہ میں فضلِ عمر ماڈل سکول کا اجراء اور جامعہ نصرت میں سائنس بلاک کا آغاز ہوا۔ آپ جامعہ نصرت برائے خواتین کی پہلی ڈائریکٹرس رہیں۔ آپ نے تاریخ لجنہ کی پانچ جلدوں کی تدوین کی۔ خواتین کی تربیت کے لئے کئی کتب شائع کروائیں۔ متعدد تربیتی مضامین اور تقاریر اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کے دَور میں کوپن ہیگن (ڈنمارک) اور ہالینڈ میں خواتین کے چندہ سے مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ لجنہ کے جدید دفتر کی عمارت اور ایک وسیع عریض ہال بھی تعمیر ہوا۔ آپ بہترین انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے قابل تقلید نمونہ تھیں۔

حضرت سیّدہ انتہائی نیک، خداترس، بااخلاق، سادہ مزاج، زیرک، معاملہ فہم، اور عاشقِ قرآن تھیں۔ حسن سلوک اور شفقت بے مثال تھی۔ خلافت احمدیہ کی اطاعت اور ادب و احترام حد درجہ بلند مقام حاصل تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر حکم پر شرح صدر کے ساتھ لبیک کہتیں۔ آپ نے 3 نومبر 1999ء کو وفات پائی۔

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم (مہر آپا) 7/اپریل 1919ء کو بمقام جہلم سیّد عزیز اللہ شاہ صاحبؓ ابن ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کی وفات کے بعد حضرت سیّدہ کے بچوں کی نگہداشت کے لئے شادی کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ مناسب خیال کیا گیا کہ حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کے خاندان سے رشتہ کیا جائے۔ چنانچہ دعاؤں کے بعد الٰہی بشارات کی روشنی میں جب حضرت مہر آپا کے والد محترم سے اس رشتہ کے بارہ میں بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ بشریٰ بیگم حضورؓ کے لئے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ایک رویاء میں خبر دی گئی تھی کہ ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ چنانچہ اس رؤیا کے مطابق آپ کو مہر آپا کہا گیا۔

شادی کے بعد حضرت سیّدہ مہر آپا حضورؓ کے اعتماد پر پوری اتریں اور آپ نے حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کے بچوں کا بہت خیال رکھا اور ہر ممکن پیار اُن کو دیا۔

1944ء میں میٹرک کے علاوہ دینیات کی دو جماعتیں پاس کیں۔ پھر جامعہ نصرت ربوہ سے .F.A کیا اور اس کے بعد .B.A میں داخلہ لیا۔ مگر حضورؓ کی علالت میں خدمت کی خاطر اپنی تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا۔ آپ دینی خدمت میں بہت مستعد تھیں۔ آپ لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری، سیکرٹری خدمت خلق اور سیکرٹری تربیت و اصلاح رہیں۔ 1966ء تا 1990ء تک نائب صدر لجنہ مرکزیہ کے عہدہ پر بھی فائز رہیں۔

حضرت سیّدہ مہر آپا کی نمایاں صفت غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی اور مہمان نوازی تھی۔ ایک غریب پرور خاتون تھیں۔ بہت صفائی پسند تھیں۔ صبر و تحمل کا پیکر تھیں، قریبی عزیزوں، بھائیوں کے صدمات بڑے صبر و حوصلہ سے برداشت کئے۔ بہت عبادت گزار تھیں۔ تہجد اور صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مطالعہ اور لکھنے کا شوق بھی تھا۔ جلسوں اور اجتماعات پر تقاریر کرتیں۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ نے ساری جائیداد اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جرمنی میں تعمیر ہونے والی سو مساجد کی تعمیر میں حضرت مہر آپا کی طرف سے ایک خطیر رقم پیش کی۔

حضرت سیّدہ لمبی بیماری کے بعد 22 مئی 1997ء کو وفات پا گئیں۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حرم حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ، حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی مذہبی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی گئی اور آپ نے ادیب عالم، میٹرک اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے۔ علم و ادب سے آپ کو بہت شغف تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح اپنے فرزند اکبر کے ساتھ پڑھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لجنہ اماء اللہ کی خدمت کی توفیق بھی عطا کی۔ 1945ء میں مجلس عاملہ مرکزیہ قادیان کی ممبر بنیں اور ایک عرصہ تک سیکرٹری خدمت خلق کے فرائض سرانجام دیئے۔ ہجرت کے بعد مہاجر خواتین کے انتظامات کی نگرانی فرماتی رہیں۔ 1952ء سے 1955ء تک لجنہ اماء اللہ لاہور کی صدر رہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی عمدگی سے نبھایا۔ حضورؒ کے آرام و ضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ احمدی مستورات کے مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ آپ نے ایک بھرپور، بامقصد، پُروقار اور قابل رشک زندگی گزاری۔ سفر میں حضور کے ساتھ رہتیں اور حضورؒ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتیں۔ اس معاملہ میں خدا تعالیٰ نے آپکو غیر معمولی حس عطا کی ہوئی تھی۔ حضورؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا: ''ان کا میرے ساتھ صرف تعلق ہی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تعلق تھا۔ اور وہ جو سات دورے میں نے اپنی قیادت جماعت احمدیہ کے دَور میں دُنیا کے کئے ان میں وہ میرے ساتھ رہیں اور میری دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کا جو بوجھ تھا وہ انہوں نے میرے ساتھ اُٹھایا۔ میرے وقت کا خیال رکھا۔ میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھتی تھیں کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے''۔

اجتماعات میں حضرت سیدہ نے جو تقریریں فرمائیں ان میں دینی شعائر کی پابندی کرنے اور تربیت اولاد پر خصوصی زور دیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو خوب سمجھا اور نبھایا۔ ایک مثالی زندگی پیش کی۔ آپ کی وفات 3/4 دسمبر 1981ء کی درمیانی شب ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ مدظلہا

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حضرت عبدالمجید خانصاحبؓ آف ویرووال (یکے از 313 صحابہ) اور محترمہ ملکہ زمانی بیگم صاحبہ کے ہاں 20/فروری 1956ء کو ربوہ میں پیدا ہوئیں۔ جناح میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا۔ ہاؤس جاب کے دوران ہی آپ کے نکاح کا اعلان 11/اپریل 1982ء کو حضورؒ نے مسجد مبارک میں خود فرمایا اور اُسی روز تقریب رخصتانہ نہایت سادگی سے عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ فرماتی ہیں کہ شادی سے پہلے میری زندگی بالکل ایک عام انسان والی زندگی تھی اور شادی کے بعد میری مختصر ازدواجی زندگی کا ہر لمحہ حضورؒ کی خدمت اور آپؒ کے معمولاتِ زندگی کی پیروی میں صرف ہونے لگا۔ حضورؒ کی المناک وفات کے بعد سے میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ حضورؒ کی نصائح کے مطابق اپنی زندگی گزاروں جن کے بنیادی مقاصد یہی دو تھے کہ توحید خالص کے قیام کے لئے حتی الوسع کوشش کرتی رہوں اور دوسرے احمدی خواتین کی اپنے نمونہ اور عملی کوشش سے تربیت کروں۔

1982ء میں حضرت سیدہ کو نائب صدر لجنہ ربوہ کے فرائض سونپے گئے۔ 1992ء میں صدر لجنہ ربوہ منتخب ہوئیں اور دو سال کے وقفہ کے علاوہ دسمبر 2007ء تک اس عہدہ پر فائز رہیں۔ آپ مستقل طور پر لجنہ ربوہ کے ہومیو پیتھک کلینک میں بھی خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی فعال زندگی عطا کرے۔ آمین

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی حرم حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب اور صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ (بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) کے ہاں جنوری 1935ء میں پیدا ہوئیں۔

1984ء کی ہجرت کے بعد آپ نے نہایت مصروف زندگی گزاری اور حضورؒ کی شب و روز کی مصروفیات میں شریک رہیں۔ ابتداء میں رات گئے تک حضورؒ کے ساتھ ہزاروں خطوط کھولنے کا کام بھی کیا۔ اپنی علالت اور کمزور طبیعت کے باوجود بڑی ہمت سے حضورؒ کے ہمراہ دوروں پر جاتیں اور احمدی خواتین کے مسائل حل کرتیں اور مشورے دیتیں۔ غریب پرور تھیں، طبیعت میں بہت انکسار، سلیقہ، نفاست، اعلیٰ ذوق، نرم گفتاری اور خندہ پیشانی کے علاوہ سادگی بھی تھی۔ حضورؒ کے مقامِ خاص کا بہت احترام کرتیں اور اس بات کا بہت احساس تھا کہ حضورؒ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت سیدہ 3/اپریل 1992ء کو لمبی بیماری کے بعد لندن میں وفات پا گئیں۔ حضورؒ نے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے جب ان سے شادی کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس سے پہلے استخارہ کیا اور رؤیا کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے نہیں بلکہ رؤیا کی حالت میں الہام ہوا۔ اور اس کے الفاظ یہ تھے ''تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔'' اس وقت مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے کونسے کام ہیں؟ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آئندہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لے گا۔ لیکن اس میں یہ عجیب پیغام تھا کہ عملاً کاموں میں ان کو شرکت کی اتنی توفیق نہیں ملے گی لیکن میرے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو میرے کاموں میں شریک فرما دے گا اور ان کو بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا''۔

حضرت سیّدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا

حضرت سیّدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا 25/اکتوبر 1950ء کو سندھ میں پیدا ہوئیں جہاں حضرت مصلح موعودؓ کی زمینوں کی نگرانی کے لئے آپ کے والد محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب اور والدہ محترمہ امۃ الحکیم صاحبہ مقیم تھے۔ تربیت ربوہ میں ہوئی اور بچپن سے ہی جماعتی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ 31/جنوری 1977ء کو آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) سے ہوئی۔ جون 1978ء میں آپ حضور انور کے پاس غانا تشریف لے گئیں اور 1985ء میں حضور کے ہمراہ واپس ربوہ تشریف لائیں۔ غانا میں اپنے قیام کے دوران دعوت الی اللہ کے علاوہ لاتعداد احمدی بچوں کو قاعدہ یسّرنا القرآن پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

ربوہ میں متعدد خدمات کی توفیق پائی۔ مرکزی مجلس عاملہ لجنہ کی رُکن ہونے کے علاوہ دو سال تک لجنہ ربوہ کی صدر رہیں۔ وقف عارضی کا موقعہ بھی ملا۔ پھر حضور انور کے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضور کے ہمراہ متعدد ممالک کے دوروں پر تشریف لے گئیں اور وہاں حضور کی راہنمائی میں خواتین اور بچیوں کے مسائل حل کرنے کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے۔ آمین

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 12 فروری 2008ء میں مکرم ارشاد عرشی ملک صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

سب سے اوّل جس نے تھا حق کو پہچانا......عورت تھی
میرے نبیؐ کو سب سے پہلے جس نے مانا......عورت تھی
جس نے آپؐ پہ مہر و وفا کا پردہ تانا......عورت تھی
جس نے ایک چھپے جوہر کو روشن جانا......عورت تھی
گھر کو جو جنت میں ڈھالے ایسا جادو عورت ہے
پھول اگر ہے مرد تو اس کی ساری خوشبو عورت ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

12th February 2010 – 18th February 2010

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 12th February 2010

00:05	MTA World News
00:25	Khabarnama: daily international Urdu news.
00:40	Tilawat
00:50	Yassarnal Qur'an
01:15	Insight & Science and Medicine Review
01:50	Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 1st August 1996.
03:00	MTA World News & Khabarnama
03:35	Historic Facts
04:10	Tarjamatul Qur'an Class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, rec. on 10th February 1999.
05:15	Taleem-ul-Qur'an class
06:05	Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine News Review
07:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Khuddam) class with Huzoor, recorded on 24th March 2007.
08:00	Le Francais C'est Facile: lesson no. 82.
08:20	Siraiki Service
09:15	Reply to Allegations: an Urdu programme with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra), replying to various allegations made against the Jama'at, rec. on 13th July 1994.
10:10	Indonesian Service
11:10	Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:05	Tilawat, Insight & Science and Medicine Review
13:00	Live Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V.
14:10	Dars-e-Hadith
14:20	Bengali Reply to Allegations
15:10	Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:00	Khabarnama: daily international Urdu news.
16:10	Friday Sermon [R]
17:20	Peace Symposium
17:35	Le Francais C'est Facile [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:30	Insight & Science and Medicine Review
21:05	Friday Sermon [R]
22:15	MTA Variety: attributes of Allah.
22:50	Reply to Allegations [R]

Saturday 13th February 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:30	Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
01:30	Liqa Ma'al Arab: rec. on 6th August 1996.
02:40	MTA World News & Khabarnama
03:15	Friday Sermon: rec. on 12th February 2010.
04:25	Rah-e-Huda: an interactive talk show answering questions about the Ahmadiyya Muslim Community. Rec. on 30th January 2010.
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
07:00	Jalsa Salana Germany 2004: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, rec. on 22nd August 2004.
08:10	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recorded on 24th May 1997. Part 1.
09:15	Friday Sermon [R]
10:15	Indonesian Service
11:10	French Service
12:15	Tilawat
12:30	Yassarnal Qur'an
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Khuddam) class with Huzoor, recorded on 24th March 2007.
15:55	Khabarnama
16:05	Live Rah-e-Huda: interactive talk show
17:40	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:25	Arabic Service
20:25	International Jama'at News
21:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Khuddam) class [R]
21:55	Rah-e-Huda [R]
23:25	Friday Sermon [R]

Sunday 14th February 2010

00:30	MTA World News & Khabarnama
00:55	Yassarnal Qur'an
01:15	Tilawat
01:30	Liqa Ma'al Arab: rec. on 7th August 1996.
02:35	MTA World News & Khabarnama
03:05	Friday Sermon: rec. on 5th January 2010.
04:10	Faith Matters
05:10	Ken Harris' Oil Painting
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat class with Huzoor recorded on 25th March 2007.
07:35	Faith Matters [R]
08:40	The Casa Loma
09:10	Jalsa Salana Switzerland 2004: address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, from the ladies Jalsa Gah, rec. on 4th September 2004.
10:05	Indonesian Service
11:05	Spanish Service: Spanish translation of translation of the Friday sermon, rec. on 19th October 2007.
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30	Yassarnal Qur'an
12:55	Bengali Reply to Allegations
13:55	Friday Sermon [R]
15:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) class with Huzoor, recorded on 25th March 2007.
16:00	Khabarnama: daily international Urdu news.
16:20	Faith Matters [R]
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:35	The Casa Loma [R]
21:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) class [R]
22:00	Friday Sermon [R]
23:05	Success Stories

Monday 15th February 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:25	Tilawat & Yassarnal Qur'an
01:00	International Jama'at News
01:35	Liqa Ma'al Arab: rec. on 8th August 1996.
02:40	MTA World News & Khabarnama
03:05	Friday Sermon: rec. on 12th February 2010.
04:10	The Casa Loma
04:40	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 26th November 1994. Part 2.
06:05	Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
06:55	Children's class with Huzoor, recorded on 31st March 2007.
08:10	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV, recorded on 29th March 1999.
09:10	Khilafat Jubilee Quiz
09:40	Le Francais C'est Facile
10:10	Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 11th December 2009.
11:10	Spotlight: speech delivered by Mirza Waseem Ahmad (ra), during the annual function of Jamia Ahmadiyya Qadian.
12:00	Tilawat & International Jama'at News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Friday Sermon: rec. on 6th February 2009.
15:10	Spotlight [R]
16:00	Khabarnama
16:10	Children's class with Huzoor. [R]
17:25	Khilafat Jubilee Quiz [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:35	Liqa Ma'al Arab: rec. on 13th August 1996.
20:45	International Jama'at News
21:20	Children's class with Huzoor. [R]
22:40	Spotlight [R]
23:30	Le Francais C'est Facile [R]

Tuesday 16th February 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:30	Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine Review
01:30	Liqa Ma'al Arab: reco. on 13th August 1996.
02:35	MTA World News & Khabarnama
03:05	Rencontre Avec Les Francophones
04:10	Jalsa Salana Switzerland 2004: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, rec. on 5th September 2004.
05:30	An Introduction to Ahmadiyyat
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat, Insight & Science and Medicine Review
07:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class with Huzoor, recorded on 1st April 2007.
08:05	Question and Answer Session: rec. on 8th January 1995. Part 1.
09:10	Europe & Islam
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon delivered on 8th May 2009.
12:05	Tilawat, Dars-e-Malfoozat, Insight & Science and Medicine Review
13:05	Yassarnal Qur'an
13:30	Bangla Shomprochar
14:30	Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 5th November 2006.
15:15	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class [R]
16:20	Khabarnama: daily international Urdu news.
16:30	Question and Answer Session [R]
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	Historic Facts
18:25	MTA World News
18:45	Arabic Service
19:45	Arabic Service: Arabic translation of the Friday sermon, rec. on 12th February 2010.
20:50	Insight & Science and Medicine Review
21:20	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class [R]
22:25	Majlis Ansarullah UK Ijtema [R]
23:05	Intikhab-e-Sukhan: rec. on 24th October 2009.

Wednesday 17th February 2010

00:10	MTA World News & Khabarnama
00:40	Tilawat
00:50	Yassarnal Qur'an
01:15	Liqa Ma'al Arab: rec. on 14th August 1996.
02:15	Learning Arabic: lesson no. 17.
02:40	MTA World News & Khabarnama
03:10	Question and Answer Session: rec. on 8th January 1995. Part 1.
04:25	Europe & Islam
05:15	Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 5th November 2006.
06:05	Tilawat & Seerat-un-Nabi
06:30	Ken Harris' Oil Painting
06:55	Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor recorded on 7th April 2007.
07:55	Tarbiyyati Class
08:20	Question and Answer Session: rec. on 8th January 1995, Part 2.
09:35	Indonesian Service
10:35	Swahili Service
11:35	Tilawat & Seerat-un-Nabi
12:00	Yassarnal Qur'an
12:20	From the Archives: Friday sermon delivered on 11th April 1986 by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra).
13:10	Bangla Shomprochar
14:15	Jalsa Salana Belgium 2004: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, rec. on 12th September 2004.
15:25	Bustan-e-Waqfe Nau class [R]
16:20	Khabarnama
16:35	Tarbiyyati Class [R]
17:00	Yassarnal Qur'an [R]
17:20	Question and Answer Session [R]
18:35	MTA World News
18:50	Arabic Service
19:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 15th August 1996.
20:55	Tarbiyyati Class [R]
21:25	Bustan-e-Waqfe Nau class [R]
22:20	Jalsa Salana Belgium 2004 [R]
23:30	From the Archives [R]

Thursday 18th February 2010

00:25	MTA World News & Khabarnama
00:55	Tilawat
01:05	Yassarnal Qur'an
01:25	Liqa Ma'al Arab: rec. on 15th August 1996.
02:35	MTA World News & Khabarnama
03:05	From the Archives: rec. on 11th April 1986 by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra).
03:50	Tarbiyyati Class
04:20	Ken Harris Oil Painting
04:45	Jalsa Salana Belgium 2004: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, rec. on 12th September 2004.
06:05	Tilawat & Dars Seerat-un-Nabi (saw)
06:40	Calling All Cooks
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor, recorded on 8th April 2007.
08:05	Persecution of Ahmadies
08:55	A question and answer session with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th April 1984.
10:05	Indonesian Service
11:00	Swahili Muzakrah
12:10	Tilawat & Yassarnal Qur'an
12:50	Friday sermon delivered on 14/02/1986.
13:55	Bangla Shompochar
14:55	Jalsa Salana Qadian: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad on 28th December 2003.
16:00	Khabarnama
16:20	Yassarnal Qur'an [R]
14:55	Question and Answer Session [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:40	Liqa Ma'al Arab [R]
20:50	Persecution of Ahmadies [R]
21:45	Jalsa Salana Qadian Address [R]
22:50	Friday Sermon [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 17 | Friday 05 February , 2010 | Issue No. 06

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ یورپ دسمبر 2009ء کی مختصر جھلکیاں

مسجد نور (فرینکفرٹ۔ جرمنی) کی تعمیر پر پچاس سال پورے ہونے پر فرینکفرٹ شہر کی مشہور بلڈنگ Roemer کے Ratskeller ہال میں خصوصی تقریب۔
منسٹر آف لاء صوبہ ہیسن، فرینکفرٹ شہر کے میئر کے نمائندہ، ممبر صوبائی اسمبلی، یورپین ممبر آف پارلیمنٹ اور صدر مذہبی کونسل فرینکفرٹ کی تقاریر میں مسجد نور کی پچاسویں سالگرہ پر مبارکباد کے علاوہ جرمنی میں مذہبی آزادی اور جماعت احمدیہ کی امن پسندی اور لوگوں کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے مسجد نور کے کردار پر خراج تحسین۔

> اسلام نے تمام پیشوایان مذاہب کو قابل عزت قرار دے کر امن، رواداری اور ہم آہنگی کی بنیاد ڈالی ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ تمام مذاہب کی عبادتگاہوں کے تقدس کی حفاظت کریں۔ مسجد نور سے گزشتہ پچاس سالوں میں اس پیغام کی اشاعت ہوتی رہی ہے کہ مساجد محبت، امن، رواداری اور خدائے واحد کی عبادت کا مرکز ہوتی ہیں۔ صرف جرمنی میں ہی نہیں جماعت احمدیہ کی ہزاروں مساجد پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں کسی ایک مسجد سے بھی نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے نہ ہی ایسا کبھی ہوا ہے کہ وہاں سے نفرت پھیلائی گئی ہو یا پھر فساد خواہ معمولی ہو پیدا کیا گیا ہو۔

کسی مذہب کے پیشوا یا مذہبی رسوم کے خلاف بولنا نفرتیں پیدا کرتا ہے۔ اور امن تباہ کرتا ہے۔ معاشرے میں امن کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی طور طریق پر عمل کرنے کی مکمل اجازت ہونی چاہئے۔ اگر حکومتیں مذہب میں دخل اندازی کریں گی تو پھر یہ مداخلت آج کی مہذب دنیا میں ان کے ان وعدوں کی نفی کرے گی کہ وہ سیکولر ہیں اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے والی ہیں۔

(قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کی پُر امن تعلیمات کے ذکر پر مشتمل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اثر انگیز، بصیرت افروز خطاب)

(جرمنی میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

19 دسمبر 2009ء بروز ہفتہ:

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سات بج کر بیس منٹ پر ''مسجد بیت السبوح'' میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

مسجد نور کی تعمیر پر پچاس سال پورے ہونے پر فرینکفرٹ شہر میں خصوصی تقریب۔

جماعت احمدیہ جرمنی نے ''مسجد نور فرینکفرٹ'' کی تعمیر پر پچاس سال پورے ہونے پر فرینکفرٹ شہر کی ایک مشہور بلڈنگ "Roemer" میں ایک تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ جرمنی کی یہ تاریخی یادگار عمارت چھ سو سال پرانی ہے اور Roman Empire کے دور کی یادگار عمارت ہے۔ اس عمارت کے ایک حصہ میں شہر کی کونسل کے دفاتر ہیں۔ اس عمارت میں کئی بڑے ہال ہیں۔ ایک ہال جو "Ratskeller" کہلاتا ہے اس میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دس بج کر 40 منٹ پر اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور اس تقریب میں شرکت کے لئے روانگی ہوئی۔ گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یہاں پہنچے۔ حضور انور کی آمد سے قبل مہمانوں کی ایک بڑی تعداد اس تاریخی عمارت میں پہنچ چکی تھی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد کی منتظر تھی۔ ان آنے والے مہمانوں میں:

1.Mr. Jorge-Uwe Hahn- (Justice Minister of Province.)
2. Mr. Athenagoras Ziliaskopoulos (Pastor concil of Religious Committee (Task) of Frankfurt".)
3. Mr. Gerhard Merz. (Vice Chairman of Social Democrate in Province and member of Parliament).
4. Mr.Michael Gahler - (European member of Parliament).
5. Mr. Achim Wenz - (Police minister of Hessen).
6. Mr.Gregor Amann- سابق ممبر پارلیمنٹ
7.Mr. Ulrich Casper- (Member of Parlianment in Hessen.)
Hans-Dieter Burger ٹاؤن کونسلر۔ میئر کے نمائندہ۔ شامل تھے۔ علاوہ ازیں بڑی تعداد میں سیاستدان، ماہرین اقتصادیات، پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء، مذاہب کے نمائندے اور پولیس افسران اور زندگی کے دوسرے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مہمان شامل تھے۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم حسنات احمد صاحب نے پیش کی اور بعد ازاں جرمن زبان میں اس کا ترجمہ پیش کیا۔

اس کے بعد مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے تعارفی ایڈریس پیش کیا۔ امیر صاحب نے مسجد نور کا تعارف کروایا اور اس تقریب میں شامل ہونے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔

بعد ازاں بچیوں کے ایک گروپ نے جرمن زبان میں مسجد نور کے تعلق میں آج کی اس تقریب کے حوالہ سے ایک نظم پیش کی جس کے مضمون کا ایک حصہ یہ تھا کہ: نور کا مطلب روشنی ہے۔ اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ نور وہ روشنی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ بہت خوش قسمت ہے وہ جس نے اس روشنی کو دیکھا۔ یہ نور یہ روشنی آج سے پچاس سال پہلے ہمارے شہر میں آئی۔ یہ پیغام ایک ایسے دل کی آواز ہے جو کبھی نہیں تھکتا۔ اسلام امن اور رحم چاہتا ہے۔ اسلام انصاف اور محبت و پیار کی تعلیم دیتا ہے۔ اس زمانے کے مسیح کے خلیفہ نے اپنا نمائندہ بھیجا تو مسلمانوں نے مل کر یہ اللہ کا گھر بنایا اور اس کا نام 'مسجد نور' اللہ کی روشنی کا گھر رکھا اور یہ عبادت اور دعاؤں کے لئے بہت اعلیٰ جگہ ہے۔

Minister of Law صوبہ Hessen کی تقریر

اس نظم کے بعد Mr.Uwe Hahn منسٹر آف لاء (Law) صوبہ Hessen نے اپنا ایڈریس پیش کیا۔

موصوف نے اپنے ایڈریس میں کہا کہ مَیں بہت شکر گزار ہوں کہ مسجد نور کیدۂ ت (Symbols) مسلمانوں کے لئے ضروری ہیں اور ان کی تاریخ کا حصہ بھی ہیں تو ان کو 21ویں صدی کے یورپ میں ویسا ہی رہنا چاہئے اور اگر ان کو مزید خوبصورت نہیں بنا سکتے تو کم از کم ویسا ہی رکھنا چاہئے، بدلنا نہ چاہئے بلکہ مزید ترقی دینی چاہئے۔ موصوف نے کہا مَیں اس شخص کی مدد کروں گا جو اللہ کا گھر بنانا چاہتا ہے اور مَیں اس کو ہر ایک کے لئے کھلا دیکھنا چاہتا ہوں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ مساجد ہر ایک کے لئے کھلی ہیں۔

موصوف نے آخر پر کہا مسجد نور کی پچاسویں سالگرہ مبارک ہو۔ آپ کی مدد کا شکریہ۔ امید ہے ہم 60ویں یا 75ویں سالگرہ بھی منائیں گے۔ فرینکفرٹ میں جماعت کے لئے ہر اچھی چیز کا خواہش مند ہوں۔

فرینکفرٹ شہر کے میئر کے نمائندہ کی تقریر

بعد ازاں فرینکفرٹ شہر کے میئر کے نمائندہ R.Karl Heinz Burhmann نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا مَیں آپ کو مسجد نور کی 50 سالہ تقریبات کے موقع پر فرینکفرٹ شہر، میئر آف فرینکفرٹ اور شہر کی بلدیہ کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

Ratskeller یہ جگہ جس کا انتخاب آپ نے اس موقع کے لئے کیا ہے یہ پانچ سو سال پرانا ہے یہ 1405ء میں بنایا گیا اور ہم اس کی 600ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔

مسلمان کافی عرصہ سے ہجرت کر کے جرمنی آ رہے ہیں اور ایک سروے کے مطابق دس فیصد فرینکفرٹ

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عبدالحفیظ کھوکھر۔ ترسیل: قاضی نجیب الدین احمد